

معاشِ نبوی ﷺ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرائع آمدن کا تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد یٰسین مظہر صدیقی

موضوعِ کتاب ـــــــ معاشِ نبوی ﷺ

مصنف ـــــــ پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد یٰسین مظہر صدیقی

اشاعتِ اوّل ـــــــ ۲۰۱۵ء

ناشر ـــــــ کتب خانہ سیرت، کراچی۔ لاہور

بہ اہتمام ـــــــ محمد جنید انور +92 344 01 97 868

ڈیزائننگ ـــــــ محمد صفت الٰہی (آرٹ ڈائریکٹر)
میڈیا سروسز۔ لاہور +92 301 84 27 281

ملنے کا پتا

کتب خانہ سیرت۔ لی مارکیٹ، کراچی۔

فون: 0321-2834249 0313-4271494

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ناظم آباد، کراچی۔

فون: 021-36684790

کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور



انتساب

- برادر بزرگ ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام
جن کی تحریک پر مقالات لکھے گئے۔

- صاحبین کریمین عارف وجنید سلّمہما اللہ تعالیٰ کے نام
جنہوں نے مقالات کو کتاب بنا دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحیم وکریم ہے

مضامین معاشِ نبوی ﷺ

باب 1

معاشِ نبوی ﷺ

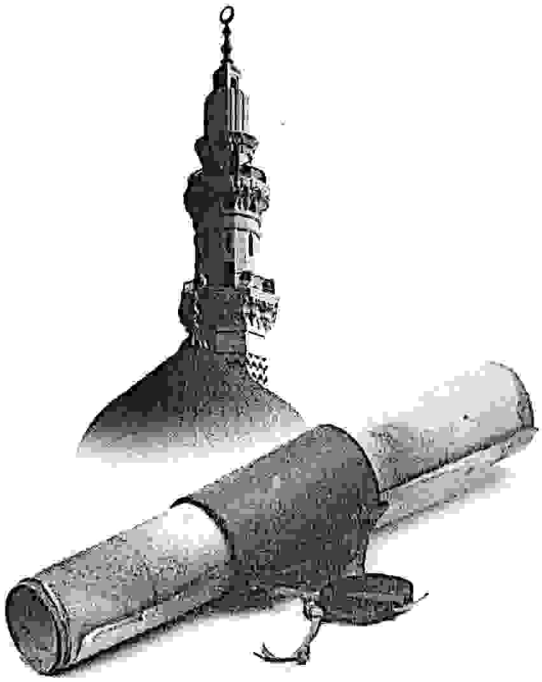
مکّی عہد میں



باب 2

معیشتِ نبوی ﷺ

مدینہ منورہ میں





فہرست مضامین

عرضِ ناشر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ ہر دور کی ضرورت ہے۔ ہر مسلمان کا اس بات پر کامل ایمان ہے۔کوئی فرد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتا ہے تو اس پر یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلو ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے ہر پہلو پر اس قدر لکھا گیا ہے کہ اس کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس پہلو کا شاید حق ادا کر دیا گیا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یقیناً یہ سیرت النبی کے موضوع کا ایک اعجاز ہے کہ اس پر اس قدر لٹریچر کے منظرِ عام پر آ جانے اور شائع ہونے کے باوجود کوئی محقق اور قلم کار کچھ اس انداز سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر قلم اٹھاتا ہے حیات طیبہ کا ایک اور روشن پہلو سامنے آ جاتا ہے۔ اسی لیے تو خالق کائنات نے کہا ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ [1]

رفعِ ذکر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ تا قیامت جاری رہے گا اور اللہ کے منتخب کردہ بندے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنے اپنے انداز میں پیش کرتے

1 الانشراح:۴

رہیں گے۔

انسانی زندگی میں وسائل معیشت، نظم معیشت اور کسب معاش کو جو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، اس کے پیش نظر تاریخ انسانی کے ہر دور میں اس مسئلہ کے حل کے لیے ہمہ نوع اور باہم متضاد نظریات پیش کیے جاتے رہے، جو زمان و مکان کے ساتھ ساتھ بدلتے مٹتے اور تبدیل ہوتے رہے۔

اسلام نوع انسانی کے لیے عالم گیر، دائمی، حتمی اور کامیابی کا ضامن لائحہ عمل مہیا کرتا ہے اور اپنی وسعت ہمہ گیری اور اکملیت کے باوصف اس نے حیات انسانی کے تمام پہلوؤں کیلئے جو جامع و مانع پروگرام مرحمت فرمایا ہے اس میں معاشی زندگی کے مسائل اور ان کے حل کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

سیرت طیبہ سے ہمیں معاشی زندگی کے مسائل اور ان کے حل کے حوالے سے جامع معلومات اور رہنمائی ملتی ہے۔ جس کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ زندگی میں معاشی سرگرمیوں سے صرف نظر کر کے نہ صرف یہ کہ اللہ کے عطا کردہ احکامات کی پیروی اور حقوق العباد کی ادائیگی ممکن نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی بھی انتشار کا شکار ہو سکتی ہے۔ تاہم معاشی سرگرمیوں کی اہمیت پر غیر ضروری زور، جو دوسری دنیا کے نظام ہائے معیشت میں موجود ہے، کے نتیجے میں جن خرابیوں کے زندگی میں در آنے کا اندیشہ ہے اُن کا ازالہ بھی سیرت طیبہ کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفع مند مال کی تعریف کی ہے اور اس مال کے کمانے کی خواہش اور اسے احسن طریقے سے خرچ کرنے اور اس مال کو مزید ثمر آور بنانے کو ضروری قرار دیا ہے

اور ایسے صاحب حیثیت شخص کو سراہا ہے جو مال ملنے پر شاکر ہو اور اس مال کو لوگوں کی منفعت اور خیر خواہی کیلئے خرچ کرے۔ جبکہ اس ضمن میں سوائے پروردگارِ کائنات کی خوشنودی کے اور کوئی چیز اس کے پیش نظر نہ ہو۔ فرامینِ نبوی ملاحظہ کیجئے:

نعم المال الصالح للمرء الصالح [1]

وہ کتنا ہی اچھا مال ہے جو کسی نیک انسان کے پاس ہو۔

طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة [2]

رزق حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد (سب سے بڑا) فریضہ ہے۔

عن رافع بن خديج، قال: قيل: يا رسول الله، أيّ الكسب أطيب؟ قال: عمل الرّجل بيده وكلّ بيع مبرور [3]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! کون سی کمائی سب سے پاکیزہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان معاش میں نہ صرف اپنے فرامین عالیہ سے امت کی رہنمائی کی بلکہ ان کی عملی تصویر بھی پیش کی۔

معاشِ نبوی (ذرائع آمدن) کے حوالے سے افرادِ امت میں مختلف افکار پائے جاتے

1 بخاری، الأدب المفرد: 112، رقم: 299

2 بیہقی، السنن الكبرى، 6:128، رقم: 11695

3 أحمد بن حنبل، المسند، 4:141، رقم: 17265

ہیں۔ مصنف علّام نے اس حوالے سے اس کتاب میں احادیث کی روشنی میں معاش نبوی کی مختلف جہتوں کا تعارف کروایا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں معاشِ نبوی کے موضوع پر خاص کر تجزیاتی مطالعات اور تنقیدی تحقیقات نے اہلِ علم ودین اور صاحبانِ فکر وتحقیق کے لئے نئے زاویے فراہم کئے ہیں۔ سارا مواد معتبر ومستند مآخذ سے لیا گیا ہے۔ اس حوالے سے تفصیلی گفتگو آنے والے صفحات میں "تقدیم" کے زیرِ عنوان مصنف علّام کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر مولانا محمد یسین مظہر صدیقی سیرت کے اولین مآخذ پر تحقیق وتجزیے کے حوالے سے عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ دورِ جدید میں برصغیر پاک وہند میں سیرت النبی کے موضوع پر آپ کی کتب انتہائی معتبر اور مستند تسلیم کی جاتی ہیں۔

یہ بات کتب خانہ سیرت، کراچی کے لئے انتہائی خوشی اور سعادت کا باعث ہے کہ اسے ڈاکٹر مولانا محمد یسین مظہر صدیقی صاحب کی یہ گراں قدر کتاب شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور فاضل مصنف، معاونین، اور ناشر کو اپنے لطف وکرم اور جزائے جزیل سے نوازے اور قارئین کرام کے لیے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ نافع بنا کر انہیں سیرت طیبہ کے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عارف گھانچی

مدیر: کتب خانہ سیرت، کراچی

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ○ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید
المرسلین ○ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ○
ومن تبعھم باحسانٍ الیٰ یوم الدین ○

بڑی کتاب سے چھوٹی کتاب برآمد کرنے کا نسخہ قدیم ہے۔ تمام اہلِ علم ایسا ہر زمانے میں کرتے چلے آرہے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ چھوٹے چھوٹے اجزاء نے مفصل کتاب بنادی یا کتابچوں نے مل کر ایک کتابِ اعظم تیار کردی۔ وہ مصنف کے ذوق اور تجربے پر منحصر ہوتا ہے اور وہ پراگندہ اجزا سے مرتب کتاب اور مختصر کتابچوں سے کتابِ ضخیم تیار کرتا ہے۔

تاریخ وجغرافیہ کے امام مسعودی (علی بن حسین، م ۳۴۵/۹۵۶) نے اپنی دو کتابوں مروج الذہب اور تنبیہ الاشراف میں اپنے اس تالیفی تجربے کا ذکر کیا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ان کی کتابِ اعظم ''اخبار الزمان'' تو دستبردِ زمانہ کی نذر ہوگئی۔ محدثین ومفسرین، اہل سیر وتاریخ، فقہاء وعلماء اور دوسرے تمام اربابِ فن کی اجزاء نویسی سے نگارشِ کتاب کے مراحل کا پتہ چلتا ہے۔ دراصل وہ مؤلف ومصنف اور محقق صاحبِ ذخیرہ اور موادِ تحقیق و تالیف کے مختلف مآخذ ومصادر سے جمع کرتے رہنے کا انعام ہوتا ہے۔

جدید دور میں ایک نیا طریقِ تالیف وجود میں آیا ہے۔ اہلِ علم مختلف موضوعات پر

متعدد مضامین و مقالات لکھتے ہیں۔ بسا اوقات وہ ایک خاص موضوع پر لکھے گئے مقالات کو کتابی شکل عطا کر دیتے ہیں اور اسے مجموعۂ مقالات گردانتے سے احتراز کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی اہل حرفہ ہیں جو جمع شدہ مضامین و مقالات میں موضوعاتی ارتباط کا خیال بھی نہیں کرتے ہیں اور ان کو ادنیٰ مناسبت سے کتاب بنا دیتے ہیں۔ اس فنکاری سے ان کو دوگنا فائدہ ہوتا ہے۔ مقالات و مضامین کی تعداد برقرار رہتی ہے اور کتب و تالیفات کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ علم اور اہلِ علم کا فائدہ بھی ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ کتابی شکل میں آ جانے سے مقالات و مضامین یکجا ہاتھ آ جاتے ہیں اور مختلف رسائل و جرائد کی تلاش و جستجو اور ان کے اوراق پراگندہ کی گردانی سے بچا لیتے ہیں اور بسا اوقات وہ ان کو ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں۔ صاحبانِ مکر و فن کا البتہ طریقۂ واردات ان کے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق سے زیادہ ان کی ہوسِ زیادت کی پرورش سے ہوتا ہے۔

معاشِ نبوی پر موجودہ کتاب تین مقالاتِ تحقیق کا مجموعہ ہے جو تحقیقات اسلامی علی گڑھ (انڈیا) میں ۱۹۸۹ء۔ ۱۹۹۰ء میں چھپے تھے۔ ان میں سے دو مضامین ایک صاحبِ علم و تحقیق کی فرمائش پر لکھے گئے اور تیسرا دل کی آواز اور موضوع کو تمام کرنے کی خواہش پر۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری رحمہ اللہ نے ایک ساعتِ سعید میں خاکسار راقم کے غرفہ فقر و طلب پر تشریف لا کر مفتخر و مسرور کیا۔ محبت و کرم سے اصرار کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاشِ نبوی مدنی پر لکھ دوں کہ ان کو اپنی تحقیقات میں اس پر مواد کی ضرورت ہے۔ خاکسار نے مکی معاش نبوی سے آغازِ کار کرنے اور تاریخی ترتیب اور دینی تہذیب کے مطابق بات کہی تو اپنی بات پر اصرار کیا۔ ان کا فرمان تھا کہ مکی معاش نبوی کے بارے میں

کچھ معلومات موجود ہیں لیکن مدنی معاش نبوی کا باب ان کی علم و تحقیق میں سادہ ہے۔ سوان کی فرمائش پر معاشِ نبوی مدنی پر ایک مقالہ تیار کیا جو ستاون صفحات پر مشتمل دو قسطوں میں سمایا اور منظر عام پر آیا۔ بعد میں تکمیل موضوع کی خاطر مکی معاشِ نبوی پر تیسرا مقالہ تیار کر کے شائع کیا کہ تاریخ و تہذیب اور دین و شریعت کے تقاضے پورے ہوں۔

ان مقالات کی غیر تاریخی ترتیب و تالیف کا مواد دراصل خاکسار راقم کی کی کتابِ اعظم عہد نبوی کا تمدن (دہلی و لاہور) نے فراہم کیا۔ مدتوں سے اس کا مواد، روایات و احادیث، حقائق و شواہد اور احوال و مقامات مختلف مصادر سیرت سے جمع کرتا آ رہا تھا۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم کی علمی فرمائش اور محبت بھری فہمائش پر ایک اوسط درجے کے مقالے کا خیال تھا کہ مواد کی بیکرانی نے خامہ خاکسار کو رواں کر دیا اور صاحبِ فرمائش کو حیرت ہوئی کہ اتنا مواد موجود ہے اور راقم کو اس سے زیادہ تعجب رہا کہ کیا کیا ذخیرے مصادر میں ہیں۔ ان تینوں مقالات میں جا بجا خاکسار راقم کا عاجزانہ اعتراف بھی آتا رہا کہ معلومات ایک دریا ہے جو اس کوزے میں نہیں سما رہا۔ لہٰذا ہر موضوع اور ہر مبحث میں چند معلومات اور ضروری حقائق پیش کر کے تفصیل و تشریح سے اجتناب کرنے کا ذکر بھی کرتا رہا۔ مدیرِ تحقیقاتِ اسلامی کے جاہ و جلال سے زیادہ کرم بندہ پروری اور ذرہ نوازی کا ثبوت ہے کہ وہ تینوں مقالات یکے بعد دیگرے شماروں میں چھپے۔

تینوں مقالات کی اشاعت کے بعد اہلِ علم و بصیرت نے خاکسار راقم کی محنت و تحقیق کی داد شاندار الفاظ میں دی۔ ان میں راقم کے بزرگوں اور محسنوں اور مربیوں کا ایک عظیم و جلیل طبقہ بھی تھا اور دوستوں اور چاہنے والوں کا ایک خاصا بڑا گروہ بھی۔ کیسے لکھوں اور

کیوں نہ ثبت کروں کہ ان کی تعریف وتحسین سے حوصلہ افزائی ہوئی اور محنت ٹھکانے لگنے کی قدر بھی معلوم ہوئی۔ مقالات کی تالیف کے دوران بے پایاں مسرت وانبساط کا احساسِ نمایاں بھی دل ودماغ کے دریچوں میں لہریں لیتا رہا اور طمانیت بخشتا رہا۔ اشاعت کے بعد ان کی قرأت وتلاوت سرمایہ افتخار بن کر جسم وجاں کو معطر ومضطرب اور نفس امارہ کو خاصا موٹا کر گئی۔

مولانا شبلیؒ جیسے عظیم محقق ومصنف کو بھی یہ احساس یافت تھا جسے وہ اپنے خاص انداز و اسلوب میں الفاظ وتعبیرات کا روپ دے گئے۔ ان کا ذاتی تجربہ تھا کہ مؤلف ومصنف عورت کی مانند دوران تالیف وتحقیق دردِزہ سے گزرتا ہے اور جب کتاب ونوشتہ چھپ کر آتا ہے تو وہ اسے بھول جاتا ہے اور تخلیق وکاوش کا روپ دیکھ کر اسی طرح مطمئن وسرشار ہو جاتا ہے جیسے ماں نومولود کا منہ دیکھ کر گزشتہ درد وکرب بھول جاتی ہے۔ مولانا مرحوم کو غالباً پتہ تو تھا لیکن اظہار نہیں فرمایا کہ دورانِ تحقیق وتصنیف صرف درد ہی نہیں ہوتا، تخلیق وتعمیر کی بے پناہ اندرونی مسرتیں اور طمانیتیں بھی ہوتی ہیں جو درد کی لہروں پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ اور دردِزہ کو بالآخر بھلا دیتی ہیں۔

تحقیقاتِ اسلامی میں ان مقالات کی اشاعت کے بعد ہی سے ایک دوسرا سلسلۂ اصرار وفرمائش شروع ہوا۔ وہ اسے کتابی شکل میں چھاپنے کا تھا۔ اکابر واحباب کا تقاضا بجا تھا کہ ان کی یکجا طباعت واشاعت ایک اہم موضوع سیرت کو بڑا حلقہ فراہم کرے گی۔ ان میں پیش پیش تھے مرکزی مکتبہ اسلامی کے منیجر جناب جاوید اقبال صاحب مدظلہ العالی جو ہمارے حبیب وصدیق ہی نہیں فن سیرت کے ایک سنجیدہ پارکھ بھی ہیں۔ مدتوں وہ ان

تینوں شماروں کو اپنے دستِ مبارک میں لئے اور سینہ صافی سے چمٹائے رہے اور جب بھی ملے ان کو کتاب بنانے کا تقاضا کرتے رہے۔ حالانکہ وہ چاہتے تو اپنے مکتبہ سے اسے شائع کر سکتے تھے لیکن غالباً ان کو اپنے شخصی تحفظات تھے یا ان کے امراء و اکابر کے فکری تعصّبات۔ یہ محض خاکسار راقم کا تاثر و تعصب نہیں بلکہ اپنوں کی شہادت اور غیروں کی گواہی پر مبنی ہے اور اس سے زیادہ واقعات و حقائق کی بے رحم شہادت ہیں۔ مقالات کے محرکِ اول اپنی جماعت کے امیر بعد میں بنے اس کی تصنیفی اکادمی کے کرتا دھرتا پہلے اور وہ اسے اور نہ کسی دوسری نگارشِ خاکسار کو چھاپ سکے۔

خاکسار راقم کسی دوسرے اشاعتی ادارے سے ان کی کتابی اشاعت کا انتظام بفضلِ الٰہی بہت آسانی سے کر سکتا تھا۔ مگر اس کے خیال میں ان کی تدوینِ نو کی ضرورت تھی، ترتیب تاریخی کا تقاضا الگ تھا۔ اور تعلیقات و حواشی اور دوسرے اضافہ جات کی فکر بھی ستاتی تھی۔ ہجومِ کار میں اس کی فراغت نصیب نہ ہو سکی اگرچہ محترم جاوید اقبال کی مانند خاکسار بھی تحقیقات کے شماروں کو ہر دم نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دیتا تھا۔ کسی بھی مؤلف و مقالہ نگار کے لئے اپنی تحریر کی اصلاح، قطع و برید اور ترمیم و اضافت کا معاملہ خاصا مشکل ہوتا ہے اور وہ اس سے جان چراتا ہے۔ چوتھائی صدی کے طویل برسوں میں کئی مطالعات سیرت میں ان مقالات کے حوالے دینے پڑے اور بالآخران کی ام الکتاب چھپ کر شائع بھی ہو گئی لیکن ان کی افادیت حسبِ سابق برقرار رہی۔

ارضِ پاک کے علمی سفر (۲۰۱۳ء) کے دوران ایک عارف باللہ نے ان کی کمپوزنگ کی اجازت مانگی۔ خاکسار نے وہ فوراً دے دی کہ اس کی کتابی شکل کی صورت پذیری کا امکان

نظر آیا۔ عارف نے اپنے جنیدِ وقت سے کمپوز کروا کر مواد خاکسار کو بھیج دیا۔

عارف و جنید کی اس مستعدی اور طریقت نے خاکسار سالک کو بھی راہِ طریقت اور سلوکِ ترتیب پر گامزن کر ہی دیا۔ شب و روز کی محنتِ شاقہ اور ترتیب و تدوین کی جرات رندانہ سے اسے کتابی روپ دے دیا۔ اسے اول تو تاریخی ترتیب کا پابند بنایا، مقالات میں معلومات کی خلاؤں کو پر کیا۔ کتابت کی اغلاط کی تصحیح کی۔ حواشی و تعلیقات میں بیاضات کو سوادِ روشنائی و تحریر سے آراستہ کیا اور اس کے متن اور تعلیقات و حواشی دونوں میں جابجا ضروری اضافے بھی کئے۔ اضافات تو ابھی اور بھی درکار تھے لیکن کمپوزنگ کی دقتیں مانع رہیں۔ اس کا حل یہ نکالا کہ موضوعِ زیر بحث کی ام الکتاب کا جابجا حوالہ دے دیا اور اس تقدیم میں بھی یہ صراحت کی کہ وہ عہد نبوی کا تمدن کا ایک جزو ہے۔

بلاشبہ عہد نبوی کا تمدن ایک جامع ترین کتاب ہے لیکن اس میں تہذیب و تمدن کا مواد خالص معاشِ نبوی کے موضوع و مضمون پر غالب ہے۔ معاشِ نبوی پر ارتکاز کے علاوہ ایک نئی کتاب اور تدوین جدید میں متعدد نئے گوشے اور بہت سے معلوماتی مباحث اس پر کتاب مستطاب پر مستزاد ہیں۔

2

سیرت نبوی کے بیشتر موضوعات و ابواب میں مآخذ و مصادر کی فراہمی اور جدید اصول نگارش و تجزیہ نے انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ معاشِ نبوی کے موضوع پر خاص کر تجزیاتی مطالعات اور تنقیدی تحقیقات نے اہلِ علم و دین اور صاحبانِ فکر و تحقیق کے لئے نئے زاویے فراہم کئے ہیں۔ زیر بحث مطالعہ میں قریب قریب سارا مواد حدیث شریف کی صحیح و

معتبر و مستند کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے، کتبِ سیرت سے بہت کم لیا گیا ہے۔اس کے باوجود روایتی علماء کرام کا رویہ ان کے خالص فکری میلانات اور ذہنی رجحانات کا اسیر ہے اور وہ کسی طرح اصلِ معیشت کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ان کے ذہنوں میں اور ان سے زیادہ دل کے نہاں خانوں میں یہ فکر فرسودہ حکمرانی کرتی ہے کہ معیشتِ نبوی صرف غریبانہ تھی، اس میں فقر و فاقہ کا راج تھا، غنا اور تمول سے اس کا علاقہ نہ تھا، بلکہ وہ دونوں مردود تھے اور فقر و فاقہ مطلوب بھی تھا اور اصلِ دین بھی۔ان کا خیال وفکر اور اس کا ساختہ پرداختہ رویہ وطیرہ صرف چند احادیث و روایات کا ناقص مطالعہ اور اس سے زیادہ ناقص تفہیم پر استوار ہے۔تصوف وطریقت اور رہبانیت کے افکار و خیالات کا بھی وہ بنایا ہوا ہے اور حیرت انگیز حقیقت یہ ہے کہ متعدد مخالف طریقت مفکرین و علماء اور سیرت نگاروں نے بھی ان ہی چند مشہور و معروف روایاتِ احادیث اور راسخ مزعومات کی بنا پر معیشتِ نبوی کو فقر و فاقہ پر ہی منحصر مانا ہے۔

مقالاتِ معیشت کی ترتیب وار اشاعت کے بعد اصحابِ علم وطریقت کے دو تین متوازی ردِ عمل سے سابقہ پڑا۔ ہمارے ایک ممدوح وآدرش عالم بے بدل اور صوفی مزاج صاحبِ شریعت مولانا محمد عمران خاں ندوی ازہری رحمہ اللہ کا بڑا تیکھا تبصرہ تھا:

''عزیزم! تم نے عہدِ نبوی کے تمام لوگوں کو خوشحال و مالدار ثابت کر دیا۔''

خاکسار حیران و ششدر رہ گیا کہ وہ ان کے علم وفضل کے ساتھ ساتھ معاملات اور حقوق العباد میں ان کو اولیاء اللہ میں شمار کرتا ہے اور بلاشبہ وہ معاملات میں خالص سنتِ نبوی کے کامل پیرو تھے۔لیکن تصوف وطریقت سے ان کی گہری وابستگی اور سلسلہ دعوت و ارشاد

سے علمی شیفتگی نے ان کو دوسرے اہلِ علم کی مانند فقر و فاقہ کا متوالا بنا رکھا تھا۔

دوسرے ردِ عمل کا مطالعہ ایک اور صاحبِ سلوک و طریقت اور واقفِ اسرارِ شریعت جناب سہیل عمر صاحب مدظلہ العالی سابق سربراہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور و اقبال اکادمی کا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں ایک بین الاقوامی سیمینار کے دوران جو سقوطِ اندلس کے پنج صد سالہ المیہ پر لاہور میں منعقد ہوا تھا، ان کا فون میرے ہوٹل میں آیا:

> ''جناب کو ان مقالات کی اشاعت پر مبارکباد دیتا ہوں۔ ان سے تو میری آنکھیں کھل گئی ہیں، معاشِ نبوی کا صحیح اسلامی اور دینی تناظر نگاہ دل و چشم میں اجاگر ہو گیا۔ ان کا تقاضا تو یہ تھا کہ حاضر ہو کر مبارک باد دیتا، لیکن ایک بین الاقوامی سیمینار میں جو فکر اقبال پر اتفاق سے اندلس ہی میں ہو رہا ہے اس کے مقالے کی تیاری میں سرتاپا غرق ہوں۔''

ایسے نوع بہ نوع ردِ عمل اور گوناگوں اظہار بہت سے ہیں۔ یہ صرف دو نمائندہ قسمیں ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ کتاب و سنت اور حدیث و سیرت اور تاریخ و شہادت سے صورت حال واضح ہو جائے تو دل بینا والے قبول کر لیتے ہیں اور کور چشم اپنی آنکھیں اور موند لیتے ہیں۔

طرفہ ستم یہ کہ فقر و فاقہ کا راگ الاپنے والے اور معیشتِ نبوی کے غریبانہ ہونے پر فکر کرنے والے اصحابِ طریقت و دین اپنی اپنی معیشتوں میں غنائے دل سے زیادہ غنائے مال کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کا شخصی رہن سہن، منزل و مکان، اسباب زیست، اکل و شرب اور دوسرے تمام لوازمِ حیات مالداروں اور متمولوں کی سطح کے ہوتے ہیں اور بسا اوقات وہ

ان کو بھی شرماتے ہیں۔فراخی و کشادگی آتے ہی وہ سیم وزر میں کھیلتے ہیں اور زریں مسندوں پر تشریف رکھتے ہیں اور سونے چاندی کے نوالے حلق سے اتارتے ہیں۔متعدد مفکرین ملت اور ''اکابرین علت'' کا مشاہدہ کیا اور دوسرے ہم سے زیادہ کرتے ہیں کہ وہ صرف رؤساء اور تاجرانِ قوم اور اغنیاء ملت کے ہاں دورانِ زیارت وسفر قیام کرتے ہیں اور حضرو قیام کے زمانے میں ان کی معیشت کسی طرح فقرو فاقہ کی سرمستی نہیں رکھتی۔فکروعمل کا یہ تضاد، تبلیغ و شغل کا یہ تصادم، ارشادوزیست کا یہ تعارض ان کی فکرو تحقیق کی خلاؤں کی چغلی کھاتے ہیں اور خواہشِ نفس کی پیروی کا نمونہ دکھاتے ہیں۔اصل معیشت نبوی اور صحیح سنت محمدی کا اتباع فکروعمل میں کرتے تو یہ دورخاپن ہوتا اور نہ ملامت ونقد کا ہدف بنتا۔

3

سیرت نبوی کی صحیح تناظر میں افہام وتفہیم ملتِ اسلامیہ کی فکری و دینی ضرورت ہے کیونکہ وہ عمل واتباع کا صحیح ترین اسوہ پیش کرتی ہے۔علماء کرام اور محققین پر واجب ہے کہ وہ دین وشریعت کے علمبردار اور سیرت وسنت کے حاملین کرام ہیں۔ان کا فرض دوگانہ ہے: اول: اپنے فکروعلم کو صحیح سیرت وسنت سے آراستہ کر کے اپنے تمام اعمال واشغالِ دنیا اور افکار وتفہیماتِ دین کو ان کے مطابق بنائیں: دوم: وہ ملت کے رہبر اور امت کے سرخیل کی حیثیت سے اپنے اپنے حلقہ وزمرہ اور مکتب ومحور میں عوام الناس کی صحیح تعلیم وتربیت کریں۔اصل سیرت نبوی اور دین کے صحیح معاشی نظام کو روایات واحادیث سے مستند کر کے اس مطالعۂ معاش نبوی میں اسی کی کوشش کی گئی ہے۔مقالات نگار کی کاوشِ دیرینہ کو کتاب وحقیقت بنانے کا کام ایک عارف باللہ نے کیا ہے۔اصل راقم تو ان کی نوازش و

محبت اور معرفت ورہبری کا اسیر بھی ہے اور ممنون بھی۔ قارئینِ کتاب کو ان کی سعی حاصل سے جو فکر و تفہیم ملے گی اور اس سے زیادہ ان کو معاشِ دنیا میں جو افراط و تفریط سے محفوظ، متوازن و معتدل اسوۂ نبوی عطا ہوگا وہ ان کے ذہنی خلجان کو دور کرے گا اور ان کو معاشِ دینی و دنیاوی کی صراطِ مستقیم پر چلنے کا حوصلہ دے گا۔ وہ اس وقت ایسے عارفینِ حق کے اور بھی شکر گزار ہوں گے۔

خاکسار راقم ہمیشہ کی طرح اپنے علمی اکتسابات کے لئے اپنے رحیم و رحمن پروردگار کے فیضان کا مرہونِ منت رہتا ہے اور سجدہ شکر بجالاتا ہے، اپنے اور تمام انسانیت کے آقا اور مربی و معلم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسنت اور اسوۂ دین و دنیا کی عطا کے لئے بھی اس کا ممنون ہے۔ والدین ماجدین، اساتذہ و مشائخ، علماء و محدثین اور تمام بزرگوں کے ساتھ ساتھ احباب و رفقاء کے احسانات و عطایا کا بھی معترف ہے۔ ان تمام محسنوں کے فیاضانہ عطایا نے اس کے فکر و علم کو جلا بخشی اور اس قلم کو کچھ تھوڑی سی۔ درست کرنے کی توفیق بھی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں خاکسار راقم کی اس خدمت و سعادت کو اس کے بزرگوں کے حسنات میں شمار فرمائے اور اس کے لئے اور تمام قارئین کرام خصوصاً اس کے ناشر گرامی اور مرتب عزیز کے لئے توشۂ آخرت بنائے اور سب کو صحیح اسوۂ نبوی پر چلنے اور اسے عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وباللہ التوفیق

خادمِ علم و علماء
محمد یٰسین مظہر صدیقی
الامین۔ ۶۴۔ احمد نگر، علی گڑھ۔

(نوشتہ کراچی، ۱۶ ربیع الثانی
۱۴۳۵ھ/ ۱۷ فروری ۲۰۱۴ء)

باب 1



معاشِ نبوی ﷺ مکی عہد میں

مکی معاش نبوی کے بارے میں بالعموم دو نقطۂ نظر سامنے آتے ہیں لیکن دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کا ایک ہی نتیجہ پر اتفاق ہے۔ ایک نظریہ مستشرقین اور ان کے پیروکار و شاگرد جدید مؤرخین کا ہے جس کے مطابق رسول اکرم ﷺ کا تعلق ایک کمزور معاشی طبقہ سے تھا کیونکہ ان کے خیال خام میں آپ ﷺ کا بنو ہاشم کے جس خاندان سے تعلق تھا وہ سماجی لحاظ سے بھی کمزور تھا۔ ان کے اس نظریہ کے پیچھے یہ خیال کارفرما ہے کہ معاشی اور اقتصادی خوشحالی نہ صرف سماجی مرتبہ و مقام کی ضامن ہوتی ہے بلکہ معاشرتی شرف و عزت کا نشان بھی ہوتی ہے۔[1] دوسرا نقطۂ نظر ہمارے بیشتر مسلمان اور مشرقی سیرت نگاروں کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نسبی اور معاشرتی اعتبار سے اعلیٰ خاندان کے فرد تھے لیکن متعدد اسباب سے جن میں آپ ﷺ کی یتیمی و یسیری کو خاصی اہمیت بلکہ بنیادی حیثیت حاصل تھی آپ ﷺ کی معاشی حالت بہتر نہ تھی بلکہ

بعض حضرات کے ہاں کچھ ایسا تاثر پایا جاتا ہے کہ اقتصادی ابتری منشائے الٰہی کا سبب تھی۔ اس نقطۂ نظر کے پس پشت وہ راہبانہ خیال وعقیدہ کارفرما ہے کہ دولت مندی یا خوش حالی معیارِ تقوی اور میزانِ طہارت پر صحیح نہیں تلتی بلکہ وہاں فقر و فاقہ کا وزن اور اس کی قیمت تولی جاتی ہے۔[2] ان دونوں نظریات کا خالص نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی حالت شروع سے دگرگوں اور کمزور تھی اور وہ چند مراحل کے سوا فقر و فاقہ کی زندگی میں ڈھلتی گئی۔ اس کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی کی معاشی حالت کا تاریخی شواہد و روایات کی اساس پر ایک مختصر تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے جس میں تقریباً تمام بنیادی نکات آ گئے ہیں البتہ بہت سی تفصیلات اور تشریحات وقت و مقام کی قلت اور علم کی محدودیت کے سبب رہ گئی ہیں۔

خاندانی ترکہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتصادی زندگی کا جائزہ لیتے وقت پہلا اہم سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والدین یا خاندان کے دوسرے بزرگوں سے کیا ترکہ/عطیہ ملا تھا؟ اس سوال کے جواب میں ابتدائی مؤلفین سیرت میں ابن اسحاق[3] اور ان کے مشہور تر جامع و تلخیص نگار ابن ہشام[4] دونوں خاموش ہیں۔ البتہ ان کی تحریروں میں منتشر طور سے کچھ ترکہ کی نشاندہی ضرور ملتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مرحوم والد سے ملا تھا۔ قدیم مؤرخین میں ابن سعد نے اپنے شیخ واقدی کی روایت بیان کی ہے کہ ''عبداللہ بن عبدالمطلب نے ایک باندی ام ایمن، پانچ اراک کھانے والے اونٹ (اجمال اراک) اور بکریوں کا ایک ریوڑ (قطعۃ غنم) چھوڑا جس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث

ہوئے۔" [5] ہمارے بیشتر مؤلفین سیرت نے اسی بیان کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور بہت کم کسی نے اس موضوع پر تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے۔ [6] حیرت اس بنا پر زیادہ ہوتی ہے کہ مختلف مآخذ میں یہ ذکر کئی مقامات پر ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے پدری ترکہ میں یہ بھی چیزیں ملی تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے قرائن اور روایات بھی ملتی ہیں جن کی بنا پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ والدین کی منقولہ جائداد بھی ان کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو ملی تھی۔ مثال کے طور پر ابن اسحاق کا بیان ہے کہ شادی کے بعد "جناب عبداللہ نے سیدہ آمنہ کو مکان مہیا کیا اور دونوں نے ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔" [7] ظاہر ہے کہ یہ "پدری اور مادری مکان" آپ ﷺ کو ترکہ میں ملا تھا۔ اس قیاس کی تصدیق کئی روایات سے ہوتی ہے جو حدیث وسیرت کے مآخذ میں ملتی ہیں۔ صحاح کی کئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے ترکہ میں قدیم مکان بھی ملا تھا جسے آپ ﷺ کے عم زاد بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب ہاشمیؓ نے اپنے زمانۂ کفر میں غالباً آپ ﷺ کی ہجرت مدینہ کے فوراً بعد ابوسفیان بن حرب اموی کے ہاتھوں بیچ ڈالا تھا۔ [8] واقدی اور ابن سعد نے اس روایت کو بھی بیان کیا ہے مگر اس میں آپ کے مکان (منزلک) اور آپ کے استفہام کہ "عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان کہاں چھوڑا ہے" کا حوالہ ہے۔ مگر بلاذری کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عقیلؓ نے اپنے حقیقی بھائی بہنوں (جو مسلمان ہو کر ہجرت کر گئے تھے) کے مکانات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا مکان بھی بیچ ڈالا تھا۔ [9] ابن اسحاق وغیرہ کے ہاں آپ ﷺ کے مکان (بیت/دار) کا حوالہ متعدد مواقع پر آیا ہے۔ [10] ان کے علاوہ بعض اور مآخذ میں بھی اس کی تصریح ملتی ہے۔ [11] ان تمام بیانات وروایات سے یہ نتیجہ اخذ

کرنا غلط نہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مکان ترکہ میں ملا تھا جس کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک تھے اور غالباً اسی میں تا ہجرت قیام فرما رہے۔

جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات کے ضمن میں یہ ذکر بھی آتا ہے کہ وہ برائے تجارت شام گئے تھے اور قریشی قافلہ میں اہل مکہ کے کچھ لوگوں کا سامانِ تجارت لے کر گئے تھے۔ واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب بیمار ہوئے اور ان کی درخواست پر ان کو کارواں کے رفقاء ان کے ننہالی رشتہ داروں بنونجّار/خزرج کے ہاں چھوڑ گئے تاکہ صحت یابی کے بعد سفر کر سکیں۔ مگر وہ بیماری سے جانبر نہ ہو سکے اور جب ان کی خبر گیری کے لیے ان کے والد مکرم نے ان کے بڑے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کو بھیجا تو وہ اللہ کو پیارے ہو کر مدینہ منورہ کی خاک میں مدفون ہو چکے تھے۔ ابن ہشام اور ان کے شیخ المشائخ ابن اسحاق نے عبداللہ کے سامان تجارت کا حوالہ نہیں دیا اور نہ ہی اتنی تفصیلات دی ہیں۔[12] یہ تفصیلات واقدی کے حوالہ سے ابن سعد نے دی ہیں۔[13] مؤخر الذکر نے مدینہ منورہ سے عبداللہ کے سامان تجارت لانے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بلاذری نے ابن سعد کی دونوں روایات اس باب میں بیان کر دی ہیں اور مختصراً وہی تفصیلات بھی ہیں لیکن عبداللہ کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی حارث کے بھیجنے کی جگہ وہ دوسرے بڑے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کے بھیجے جانے کا ذکر کرتے ہیں مگر سامانِ تجارت کا وہ بھی ذکر نہیں کرتے۔[14] ابن کثیر نے زیادہ تر ابن اسحاق و ابن ہشام کی پیروی کی ہے اس لیے ان کے ہاں اس قسم کی تمام معلومات غیر موجود ہیں۔[15] اگرچہ عبداللہ کے سامانِ تجارت کے بارے میں ہماری تلاش و تحقیق ناقص ہے تاہم یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبداللہ اپنی وفات کے قریب، جب کہ وہ پچیس سال کے تھے، ایک ابھرتے ہوئے تاجر بن

چکے تھے اور شامی تجارت میں حصہ لینے کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقامی تجارت کی سطح سے بلند ہو کر نوجوان تاجروں میں ایسا مقام پا چکے تھے کہ اپنے سامان کے ساتھ دوسرے باشندگان و تاجرانِ مکہ کا سامان تجارت بھی شام لے جاسکیں۔ اس بنا پر ان کو ایک خوشحال تاجر کہا جا سکتا ہے جو اگرچہ مالدار و متمول نہ تھے تاہم ان کے پیچھے ان کے متمول تاجر والد عبدالمطلب کی دولت و تجارت کا پشتہ لگا ہوا تھا۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ نہ صرف ان کے آخری سفرِ تجارت کا مال اور نفع ان کے یتیم و یسیر فرزند کے حصہ میں آیا ہوگا بلکہ ان کی تجارت سے حاصل کردہ نقد و جنس پر مشتمل کمائی بھی ملی ہوگی۔ اس کی تائید بعض اور روایات و قرائن سے ہوتی ہے۔ ابن سعد و بلاذری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تلوار بھی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد گرامی سے ترکہ میں ملی تھی۔ اس کا قوی قرینہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد/ والدین سے کچھ اور اسلحے، جیسے تیر و کمان، ڈھال خود اور گھریلو ضروری سامان بھی ملے تھے۔ ان کی تفصیلات بہرحال تحقیق طلب ہیں۔ [16]

آئندہ بعض سرخیوں اور عنوانوں کے تحت معاش نبوی کے بعض وسائل و ذرائع کا ذکر آ رہا ہے۔ ان میں سے کئی کا ماخذِ حصول اور سرچشمۂ وصول مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔ بعض کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ والدین وجدامجد یا مختلف چچاؤں وغیرہ کے عطایا سے آئے تھے کہ اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنے آزاد ذرائع کے ذریعہ کمانے کے قابل نہ ہوئے تھے۔ ایسے غیر معلوم ذرائع و وسائل میں سے زیادہ قرینہ یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پدری ترکہ یا والدہ کی میراث سے ملے تھے کہ بہرحال دونوں شریف و نجیب خاندانوں سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ خوش حال بلکہ متمول گھرانوں

کے افراد تھے۔

رضاعتِ نبوی

مسعود کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم خاک و باد اور جہانِ اسباب و اثرات میں ورود کی کفالت کی ذمہ داری آپ کے جدامجد عبدالمطلب، والدۂ ماجدہ بی بی آمنہ اور متعدد چچاؤں کے کندھوں پر آ پڑی تھی اور اسے ان سب نے قریشی روایاتِ خاندان اور عرب معیارات جود وسخا کے مطابق بخوبی انجام دیا تھا۔ روایاتِ حدیث وسیرت کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولین رضاعت کا فریضہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ادا فرمایا۔[17] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا ابولہب بن عبدالمطلب جو بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن جاں ثابت ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر اتنا خوش ہوا کہ اس نے نہ صرف اپنی "مولاۃ" ثویبہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت پر مامور کیا بلکہ اسی خوشی میں اس کو آزادی بھی عطا کر دی۔[18] کچھ مدت کے بعد عرب دستور کے مطابق جدامجد عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کے لیے دودھ پلائی (مراضع/ رضعاء) تلاش کیں اور بالآخر یہ سعادت حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے حصہ میں آئی۔ انھوں نے دو برس کی عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ صرف دودھ پلایا بلکہ بہترین اور اپنے وسائل و ذرائع سے کہیں زیادہ روایتی الفت ومحبت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بے کراں اور والہانہ شیفتگی تھی کہ وہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی تین برس تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و پرداخت کرتی رہیں۔[19]

ترمذی میں حضرت ابوالطفیلؓ سے مروی ہوا ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ ایک خاتون آئیں، آپ ﷺ نے ان کے احترام میں اپنی چادر بچھا دی۔ جب وہ چلی گئیں تو لوگوں نے بتایا کہ ان خاتون نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔[20] ممکن ہے کہ بعض اور مراضع اور دودھ پلائیاں رہی ہوں یا نہ رہی ہوں۔[21]

یہاں اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان دودھ پلائیوں کو اجرت پر حاصل کیا گیا تھا اور ان کو اجرت کی ادائیگی کس نے کی تھی۔ اور کتنی کی تھی؟ ان کے حتمی جوابات تو نہیں مل سکے مگر یہ واضح ہے کہ آپ کی رضاعت کے اس اہم باب کی مزید تحقیق کی جائے تو حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت[22] کی اجرت کا پتہ چل جائے۔ بہرحال یہ بھی اتنا ہی واضح ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ اور جدامجد نے یہ بار خوشگوار و مسرت آگیں اٹھایا تھا۔ حضرت ثویبہ کا معاملہ بتاتا ہے کہ اس مسرت و سعادت میں آپ ﷺ کے چچاؤں نے بھی حصہ لیا تھا۔ مشہور روایت کے مطابق ابولہب نے تو اپنی باندی کو آزادی جیسی نعمت عطا کر دی تھی[23] جب کہ عبدالمطلب اور بی بی آمنہ نے بھی ان کے ساتھ اور خاص کر بی بی حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ حسن سلوک کیا تھا۔

یہاں ایک شبہہ کا ازالہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو متعدد سیرت نگاروں کی تحریروں میں دانستہ یا غیر دانستہ در آیا ہے کہ آپ ﷺ کی یتیمی و یسیری کے سبب نہیں بلکہ اس کے نتیجہ میں آپ کی معاشی کمزوری کے سبب بی بی حلیمہ سعدیہؓ اور ان سے پہلے دوسری تمام دودھ پلائیاں آپ ﷺ کی رضاعت کی سعادت حاصل کرنے سے گریزاں تھیں۔[24] ابن اسحاق و ابن ہشام اور ان کے پیروکار سیرت نگاروں کے بیانات و روایات سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سب فطری طور سے نومولود باپ سے بہتر حسن

سلوک اور عزیز تر معاوضہ کی توقع رکھتی تھیں اور بقول ابن اسحاق ان کو یہ خیال تھا کہ ماں اور دادا کیا سلوک کرسکیں گے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یتیمی ان کی راہ میں رکاوٹ اور وجہ گریز بنتی تھی۔[25] بہرحال دادا عبدالمطلب اور ماں بی بی آمنہ کی خاندانی وجاہت وتمول اور سماجی قدر و منزلت نے ان کو بہتر معاوضہ کا یقین دلا دیا تھا اور بعد کے واقعات سعادت نے ان کو دنیاوی مال و دولت سے زیادہ خیر کثیر حاصل کرنے کا موقعہ فراہم کر دیا۔

کفالت والدہ ماجدہ

بی بی حلیمہ سعدیہؓ کے علاقہ (بنوسعد بن بکر کے مقام توطن) سے واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدۂ ماجدہ بی بی آمنہ کی محبت بھری پرورش اور شفیق جدامجد عبدالمطلب کی لطف انگیز پرداخت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ہمارے تمام قدیم مآخذ و مصادرِ سیرت وحدیث متفقہ طور سے یہ بتاتے ہیں کہ چھ سال کی عمر شریف تک یعنی تقریباً سال سوا سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدۂ ماجدہ کے زیر پرورش رہے اور آخر میں بی بی آمنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مدینہ منورہ گئیں تاکہ بنوعدی بن نجار کے نہالی رشتہ داروں سے آپ کی ملاقات کرالائیں اور اسی سفر کے خاتمہ پر وہ مقام ابواء پر اس دارفانی سے کوچ کر گئیں اور وہیں مدفون ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ام ایمنؓ مکہ مکرمہ میں دادا کی نگہداشت و پرورش کے لیے لے کر آئیں۔[26]

بعض روایات سے مدینہ منورہ کے قیام مختصر کی کچھ معمولی معلومات ملتی ہیں۔[27] مگر سیرت نبوی کے باب میں یہ خلا ابھی تک ہماری ناقص معلومات کے سبب پایا جاتا

ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کی کفالت کیوں کر اور کن ذرائع سے کی۔ قیاس یہ ہے کہ ان کو اپنے مرحوم شوہر کے ترکہ و اثاثہ کے علاوہ اپنے میکے بالخصوص والدین کے خاندان بنو زہرہ سے بھی امداد ملی ہوگی اور ان کے سسرالی رشتہ داروں میں ان کے خسر معظم، بڑے دیوروں اور ان کے اہل خاندان اور رسول اکرم ﷺ کی پھوپھیوں نے بھی کافی سرگرم حصہ لیا ہوگا کیونکہ آپ ﷺ ان سب کے چہیتے اور محبوب بھتیجے تھے۔[28] لیکن یہ قیاس قیاس ہی رہے گا جب تک اس کی تاریخی و روایتی طور سے شہادت و تصدیق فراہم نہیں ہوتی۔ حیرت ہے کہ ہمارے ابتدائی راویوں نے آپ ﷺ کے والدین بالخصوص والدۂ ماجدہ کے بارے میں تاریخی روایات خاص کر آپ ﷺ کی تربیت و پرورش سے متعلق حقائق محفوظ نہیں رکھے جتنے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی پیدائش وغیرہ کے سلسلہ میں معجزات و کرامات اور محیر العقول روایات محفوظ رکھی اور نقل کی ہیں۔[29] البتہ تاریخی روایات سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے روز ہی سے آپ ﷺ کے دادا نے ہر طرح آپ ﷺ کی دیکھ بھال کی تھی۔

کفالتِ جدامجد

والدۂ ماجدہ کے مقابلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد عبدالمطلب بن ہاشم کی کفالت نبوی کے زیادہ واقعات، روایات یا تفصیلات دستیاب ہیں۔ تقریباً تمام مآخذِ حدیث و مصادرِ سیرت کا اتفاق ہے کہ والدۂ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ براہ راست اپنے جدامجد کی کفالت میں آگئے، اور دو برس تک اس سے لطف

اندوز ہوتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا آپ سے غیر معمولی شفقت و محبت کرتے تھے۔ مسجدِ حرام میں سایۂ کعبہ تلے ان کے لیے مخصوص فرش لگایا جاتا۔ ان کے اجلال و اکرام میں اس پر کوئی نہ بیٹھتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن سے، جب والدۂ محترمہ زندہ ہوں گی، دادا کی اس مجلسِ خاص میں ان کی مسند اجلال پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جو مسندِ خاص کے کنارے بیٹھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منع کرتے تو شفیق دادا ان کو روکتے، اپنے فرش بلکہ اپنے زانوؤں پر محبت کی گود میں بٹھاتے اور شفقت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے۔ ابن سعد نے کئی سندوں سے نقل کیا ہے کہ والدہ کے انتقال کے بعد عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر میں ساتھ رکھتے اور آپ پر اتنی شفقت کرتے تھے کہ اپنی اولاد پر یا کسی بچے پر (ولدہ) پر نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ ساتھ رکھتے اور پاس بٹھاتے، خلوت وجلوت میں ان کو آنے کی اجازت تھی حتیٰ کہ سوتے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دادا کے پاس چلے جاتے تھے اور رہتے تھے۔ دادا محبت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے فرش پر بٹھا لیتے تھے۔ وہ جب کھانا کھاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ ساتھ بٹھاتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیکھ بھال کے لیے حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا روز اوّل سے مامور تھیں۔ ان کو عبدالمطلب ہمیشہ نصیحت کرتے رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کبھی ذرا بھی غفلت و کوتاہی نہ برتیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی الگ شان اور آن بان ہے۔ دادا جان کی یہی بے پناہ شفقت ومحبت تھی کہ جب ان کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جنازے کے پیچھے روتے جاتے تھے [30] اور عرب روایات کے علاوہ شاید یہی تعلق خاطر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کو "ابن عبدالمطلب" کے نام سے روشناس کراتے تھے۔ [31] ان تفصیلات

سے، جو تفصیلات نہیں کہی جاسکتیں، یہ بہرحال واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی آٹھ برس کی عمر شریف تک اولاً بشرکت والدہ ماجدہ اور بعد میں بلاشرکتِ غیرے پوری اور ہر طرح کی کفالت آپ ﷺ کے دادا نے کی تھی۔

کفالت عم/ اعمامِ نبوی

ہمارے بیشتر ابتدائی، قدیم اور جدید مصادر و کتب صرف یہ روایت تسلیم کرتے ہیں کہ جدامجد عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت صرف اپنے فرزند ابوطالب عبدمناف بن عبدالمطلب ہاشمی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و پرورش کی ذمہ داری سونپی تھی اور ان کو اس کی خاص وصیت کی تھی۔ ابوطالب نے اس وصیتِ پدری پر دل و جان سے عمل کیا اور آپ ﷺ کو دادا کی وفات کے بعد اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا۔ بالعموم ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ابوطالب کو یہ ذمہ داری اس لیے سونپی تھی کہ وہ آپ ﷺ کے حقیقی چچا تھے۔ یعنی ابوطالب اور عبداللہ ایک ہی ماں کے فرزند بھی تھے جبکہ اکثر چچا دوسری ماؤں سے تھے۔

بعض روایات سے، جن کی اسنادی حیثیت مشکوک بتائی جاتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب نے اپنی وفات کے قریب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو حقیقی اعمام زبیر بن عبدالمطلب اور ابوطالب کو کفالت و حفاظتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بظاہر وصیت کی تھی کہ دونوں آپ ﷺ کے والد مرحوم عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے۔[32] ابن کثیر نے اموی کی کتاب المغازی کی بنا پر یہ روایت نقل کی ہے کہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے چچاؤں نے آپ ﷺ کی کفالت کی تھی اگرچہ اس

میں وصیتِ پدری کا ذکر نہیں ہے لیکن وہ پنہاں سمجھا جا سکتا ہے۔ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبیر بن عبد المطلب کے ساتھ یمن کے سفرِ تجارت پر بھی گئے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس بارہ سال (بضع عشرہ سنہ) کے تھے اور اس سفر کے دوران بعض معجزات و برکات کا بھی ظہور ہوا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زبیر کا انتقال ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف چودہ سال کی تھی اور ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کا بار تنہا اٹھا لیا۔[33] اگرچہ سند کے اعتبار سے اور بعض واقعاتی شہادتوں کے لحاظ سے اس روایت کا درجہ گر جاتا ہے[34] تاہم بعض دوسرے شواہد و قرائن سے یہ بات سچی اور حقیقی معلوم ہوتی ہے کہ دونوں چچاؤں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی تھی اور زبیر کی وفات کے بعد ہی ابو طالب نے تنہا یہ سعادت پائی تھی۔

ان میں سے ایک تو یہ حقیقت ہے کہ زبیر بھی ابو طالب کی طرح عبد اللہ کے سگے بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ دوسرے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت چاہتے تھے اور بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھولا جھلاتے اور لوری سناتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان سے محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے کا نام ان کے فرزند کے نام پر اور زبیر کی کنیت ابو الطاہر کی رعایت سے رکھی تھی۔[35] اس کے علاوہ عبد اللہ کی وفات کے بعد ان کا اثاثہ لینے اور ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے بلکہ دراصل ان کی موت سے قبل ان کی تیمارداری کرنے کے لیے ایک روایت کے مطابق عبد المطلب نے زبیر بن عبد المطلب ہی کو بھیجا تھا۔[36] یہی زیادہ قرین قیاس لگتا ہے کیونکہ حارث کے مقابلہ میں زبیر کا ابو طالب و عبد اللہ کی طرح بنو عدی بن نجار سے زیادہ گہرا تعلق تھا۔[37] پھر متعدد روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حارث بن عبد المطلب کا اپنے والد کی زندگی ہی میں

عبداللہ سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔[38]

اس سے اہم یہ کہ زبیر بن عبدالمطلب اور ابو طالب بن عبدالمطلب کے ایک ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کرنے میں کوئی ایسی منافرت و تضاد نہیں۔ دونوں کو نہ صرف اس سعادت سے عہد جاہلیت میں بھر پور حصہ ملتا ہے بلکہ زبیر کی وفات کے بعد خواہ وہ کبھی بھی ہوئی ہو بالخصوص عہد اسلامی میں ابو طالب کو بلا شرکت غیرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت و نصرت کی خوش بختی نصیب ہوتی ہے۔ اس کا کوئی انکار نہیں کرتا اور جو کرتا ہے وہ بلا سند و بلا جواز کرتا ہے۔ اور سب سے اہم اور آخری بات یہ کہ اگر سند کے لحاظ سے زبیر بن عبدالمطلب کی کفالتِ نبوی بتانے والی روایت کمزور ہے تو ابن اسحاق و ابن ہشام وغیرہ کے مطابق ابو طالب کو بوقت مرگ عبدالمطلب کی وصیت کی روایت بھی کچھ ایسی زیادہ مضبوط نہیں بلکہ ضعیف ہے کیونکہ رواۃ نے اس کو "فیما یزعمون" (جیسا کہ ان کا گمان ہے/ یا ان میں سے ہے جو وہ گمان سے کہتے ہیں) کے لاحقہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ، جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں، روایت کے کمزور ہونے کی علامت ہے۔[39] بہرحال ابھی تک بیشتر علماء و محققین نے زبیر کی کفالتِ نبوی کرنے والی روایت کو تسلیم نہیں کیا ہے کہ وہ شہرتِ عام رکھنے والی روایت کے متوازی یا متصادم سمجھی جاتی ہے۔ اور جب تک مزید تحقیق و تائید نہ ہو جائے اسے بالعموم تسلیم کرنے میں عام تامل ہی پایا جائے گا۔ حالانکہ ابولہب کے طرز عمل کی روشنی میں، جو بعثت نبوی تک کم از کم محبت آمیز و شفقت آگیں ہی رہا تھا،[40] دوسرے اعمامِ نبوی بالخصوص زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت و پرورش کی روایت نہ عقل کے خلاف ہے اور نہ عام سیرت اور انسانی طرز عمل کے خلاف۔ اس تمام بحث کا مقصود یہ ہے کہ ابو طالب کے ساتھ دوسرے

اعمامِ نبوی کی کفالت کے بارے میں تحقیق و جستجو کی جائے ورنہ ہمارے بنیادی نکتہ پر اس سے کوئی خاص اثر نہیں پڑتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت ایک چچا نے کی تھی یا اس میں کئی شریک تھے۔ وہ بہرکیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے وسائل کے علاوہ ایک خارجی وسیلہ سے ہوئی تھی۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالب کی مالی حالت اگرچہ اچھی نہ تھی اور کثرت عیال نے اس کو اور سقیم بنا دیا تھا تاہم ان کے محبت بھرے دل نے اپنے یتیم و یسیر اور چہیتے بھتیجے کی دیکھ بھال اور پرورش و پرداخت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ابن اسحاق و ابن ہشام کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ و ہمہ وقت ابوطالب کے پاس رہنے لگے۔ [41] ابن سعد کا بیان زیادہ مفصل ہے۔ ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی محبت کرتے تھے جتنی وہ اپنی کسی اولاد سے نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پہلو میں سلاتے اور جہاں جاتے ساتھ لے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غایت شفقت کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے پینے کا خاص اہتمام کرتے۔ روایت ہے کہ ابوطالب کے اہل و عیال جب ساتھ یا اکیلے کھاتے تو ان کو سیرابی نہ ہوتی، مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریکِ طعام ہوتے تو سب سیر ہو جاتے۔ اسی لیے ابوطالب ان کو ہمیشہ تاکید کرتے کہ میرے بیٹے کو آ جانے دو تب اس کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ ابوطالب بطحا میں ایک مخصوص تکیہ/مسند پر ٹیک لگا کر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جب کہ بچے ہی تھے، اس کو اٹھا لے گئے اور اس پر آرام فرما ہوئے۔ ابوطالب کو آنے پر جب اصل بات معلوم ہوئی تو خوشی کا اظہار کیا اور آپ نے مزید آرام کی آرزو کی۔

بلاذری نے روایت نقل کی ہے کہ ابوطالب کے گھر کھانے کی قلت ہوتی تھی اس لیے

آپ ﷺ اکثر دنوں میں صبح صبح زم زم پر جاتے اور پانی پی لیا کرتے اور جب صبح کا کھانا پیش کیا جاتا تو فرمایا کرتے کہ میں شکم سیر ہوں۔

ابن کثیر نے ایک روایت یہ بھی بیان کی ہے کہ صبح صبح جب ابوطالب بچوں کو کھانا/ ناشتہ دیتے تو وہ چھین جھپٹ کرتے اور آپ ﷺ اپنے ہاتھ روکے بیٹھے رہتے، اس لیے شفیق چچا نے آپ ﷺ کے کھانے کا الگ انتظام کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کی محبت کرنے والی چچی حضرت فاطمہؓ بنت اسد ہاشمی کے بارے میں بھی آتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کھانا نہیں دیتی تھیں اور آپ ﷺ کے لیے بچا بچا کر رکھتی تھیں۔ [42]

ان تمام تفصیلات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ ابوطالب اور ان کی اہلیہ محترمہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و کفالت میں کسی طرح کا دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور عالمِ جوانی تک، جب تک آپ ﷺ خود کمانے کے قابل نہ ہو گئے، آپ ﷺ کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ محبت بھری دیکھ بھال تو پھر بھی بلکہ آپ ﷺ کی نبوت تک جاری رہی جب آپ ﷺ نے احسان مندی سے ان کا بوجھ بٹا لیا تھا۔ تمام مصادر میں ابوطالب کے ساتھ آپ ﷺ کے بارہ سال کی عمر میں شام کو ایک تجارتی سفر میں جانے کا واقعہ بھی تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ [43] وہ بھی شفیق چچا کی بے کراں محبت کا ثبوت تھا جو وہ اپنے دل میں اپنے بھتیجے کے لیے رکھتے تھے۔

اوّلین خود کفالتی

شفیق و کریم چچا کے گھر میں قیام اور ان کی کفالت و محبت سے فیضیاب ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کی خواہ وہ کتنی حقیر و معمولی کیوں نہ رہی

ہو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں چرائیں۔ [44] کچھ مورخین اور سیرت نگاروں نے یہ وضاحت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کی بکریاں چرائیں لیکن اس کی تائید میں کوئی روایت نہیں ملتی البتہ ابن اسحاق وغیرہ کے ہاں یہ روایت ضرور ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلیمہ سعدیہؓ کے بچوں کے ساتھ ان کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور ایسے ہی ایک موقعہ پر بچپن کے شق صدر کا واقعہ پیش آیا تھا۔ [45]

امام بخاریؒ اور امام ابن ماجہؒ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ایک بار ارشاد فرمایا تھا کہ میں بکریاں (غنم) قراریط پر مکہ والوں کے لیے چرایا کرتا تھا۔ [46]

اس حدیثِ نبوی کی تشریح وتفسیر اور مقصود میں علماء و محققین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن ماجہؒ کے شیخ سوید کی رائے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر بکری ایک قیراط (سکے) کے عوض چرایا کرتے تھے یعنی مکہ والوں کی بکریاں اجرت پر چراتے تھے لیکن علامہ عینی شارح بخاری نے ابراہیم حربی اور ابن جوزی وغیرہ کی رائے کی بنا پر یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے اور وہ اجیاد نامی مقام کے قریب ہی ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجرت پر نہیں چراتے تھے اور اسی کو راجح قرار دیا۔

مولانا شبلی نعمانی نے اس کے علاوہ نور النبراس کا حوالہ دے کر اس کے مفصل بیان ہونے اور راجح ہونے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ تشریح و تعبیر اور ترجیح صحیح نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ حدیث کے دو عظیم ترین اماموں بخاریؒ اور ابن ماجہؒ نے اس کو بالترتیب "کتاب الاجارۃ" اور "کتاب التجارات" میں نقل کیا ہے اور ان دونوں کے متعلقہ ابواب "باب رعی الغنم علی قراریط" اور "باب الصناعات" بھی اس کی مزید تائید کرتے

ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خدمت اجرت پر انجام دیا کرتے تھے۔

اہلِ قلم واقف ہیں کہ امام بخاریؒ کے تراجمِ ابواب فقہِ حدیث میں حرف آخر کا درجہ رکھتے ہیں۔ [47] پھر لأهل مكة (اہل مکہ کے لیے) کا فقرہ مزید ثابت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجرت پر یہ کام کیا کرتے تھے ورنہ مکہ والوں کے لیے بلا اجرت خدمت انجام دینے کا مفہوم ہی خبط ہو جاتا ہے۔ دوسرے بہت سے علماء و محققین نے اجرت پر بکریاں چرانے ہی کی تائید وتصدیق کی ہے اور بہت قوی دلائل دیے ہیں۔ [48] ان سے بحث کرنا ہمارے موجودہ مسئلہ سے تعلق نہیں رکھتا بہر حال یہ محنت کا معاملہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی سے اپنی معاشی زندگی کا آغاز کیا تھا۔

تجارتِ نبوی

عنفوان شباب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسائلِ آمدنی اور ذرائع معاش کا اگر جائزہ لیا جائے تو وہ بالترتیب یہ تھے:

۱۔ والدین کا ترکہ۔

۲۔ دادا کی کفالت وعطیہ۔

۳۔ اعمام نبوی بالخصوص زبیر بن عبدالمطلب اور ابوطالب بن عبدالمطلب کی کفالت و پرورش۔

۴۔ بکریاں چرانے کی خدمت جو اجرت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کی تھی اور اس میں اپنے اہل وعیال اور خاندان کے جانوروں/ بکریوں کا چرانا بھی شامل تھا کہ عادت کے مطابق اکثر چرواہے اپنی بکریوں/ جانوروں کے ساتھ ہی دوسروں کے جانور چراتے ہیں۔

ابھی تک کم از کم میری معلومات اس باب میں ناقص ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خدمت سے کتنی یافت و آمدنی ہوتی تھی۔ شیخ ابن ماجہ سوید بن سعید کی رائے کے مطابق اگر ایک بکری ایک قیراط پر چرائی جاتی تھی تو بہت معمولی آمدنی ہوتی ہوگی۔ بہرحال یہ صرف قیاس و استنباط ہی ہے۔ اصل حقیقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے اور اس کی ایک جھلک صحیح معلومات ملنے پر ہی مل سکتی ہے۔ بہرکیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گزارے کے لیے وہی وجہِ معاش نہ تھی کہ کفالت کے لیے شفیق چچا اور دوسرے اعزہ موجود تھے۔

جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانانِ قریش کی مانند تجارت کا مشغلہ اپنایا کہ یہی قبیلہ کی روایت اور شہر و خاندان کی ریت تھی۔ اپنے بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب اور ابوطالب کے ساتھ کم از کم یمن و شام کے دو سفر کیے تھے اور ابن سعدؒ وغیرہ کی بعض اور روایات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ یا دوسرے رفقاء کے ساتھ دوسرے بازاروں میں موجودگی معلوم ہوتی ہے۔[49] ان کے ذریعہ تجارت و کاروبار سے ابتدائی تعارف تو حاصل ہی کر لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آزادانہ تجارت کب شروع کی اور کب سے باقاعدہ تجارت کو اپنا وسیلۂ رزق بنایا؟ ابھی تک کی معلومات کے مطابق کوئی حتمی وقت مقرر کرنا مشکل ہے۔ تاہم بلاذری کی ایک واضح روایت سے معلوم ہوتا ہے[50] کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس سال کی عمر پار کرنے کے بعد سلسلۂ کاروبار شروع کیا مگر اس روایت میں حضرت خدیجہؓ کا سامانِ تجارت لے کر شام جانے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بعد کا واقعہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور تاجر اپنی حیثیت تسلیم اور اپنی مہارت و محنت اور دیانت منوا چکے تھے۔

تاریخی روایات وشواہد اور قرائن کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اٹھارہ بیس سال کی عمر شریف میں تجارت کا آغاز کیا ہوگا[51] کہ لگ بھگ اسی عمر و سن میں آپ ﷺ کے اجداد و آباء اور دوسرے قریشی تجار نے تجارت شروع کی تھی۔[52] لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے تقریباً تمام قدیم وجدید مصادر آپ ﷺ کی تجارت کا ذکر حضرت خدیجہؓ بنت خویلد اسدی سے شادی اور ان کی تجارت میں مضاربت کے حوالہ سے کرتے ہیں۔ جس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی تجارت کا نقطۂ آغاز تھا۔[53] اس روایت میں بھی ایسے قرائن وشواہد موجود ہیں جو یہ واضح کرتے ہیں کہ اس وقت تک آپ ﷺ بطور تاجر امین مکہ مکرمہ میں مسلم ومشہور ہو چکے تھے۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی ''سن رشد'' پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے تجارت کا شغل اپنایا اور جلد ہی اس میں مہارت حاصل کر لی اور ایک حیثیت بنالی۔

آپ ﷺ کی تجارت اور آپ ﷺ کی طرح اور دوسرے ابھرتے ہوئے قریشی تاجروں کی تجارت بھی مضاربت کے اصولوں پر شروع ہوئی یعنی مکہ مکرمہ کے مالدار یا جو دور دراز کے سفر اور بازاروں کی مصروفیات سے گریز کرتے تھے یا بعض وجوہ سے خود نہیں کر سکتے تھے وہ دوسرے محنتی اور کارگذار و امانت دار اشخاص کو اپنا مالِ تجارت دے کر عرب کے مختلف بازاروں اور قریبی ممالک شام و یمن وغیرہ بھیجا کرتے تھے اور نفع کا ایک تناسب جو فریقین میں طے پا جاتا تھا ''مضاربوں'' کو ادا کر دیتے تھے، اس طرح دونوں کو فائدہ ہوتا تھا۔[54]

یہ تقریباً یقینی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تجارت کا آغاز اسی اصولِ مضاربت کے مطابق کیا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مالِ تجارت کو شام لے

جانے سے قبل متعدد حضرات کے ساتھ تجارتی روابط قائم کر کے اپنی ساکھ بنالی تھی۔ بعثت ونبوت سے قبل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن شرکاء تجارت کا ذکر ملتا ہے ان میں حضرات سائب، قیس بن سائب مخزومی اور عبداللہ بن ابی الحمساء شامل ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ کی صفائی، راست گوئی، وعدہ وفائی اور حسن معاملہ کا اعتراف کرتے تھے۔ علامہ سیّد سلیمان ندویؒ نے ان شرکاء تجارت کے علاوہ حدودِ تجارت کی سرخی کے تحت عرب کے بازاروں میں جعاشہ کا ذکر کیا ہے۔ جہاں حضرت خدیجہؓ نے تجارت کی غرض سے بھیجا تھا ان میں جرش (یمن) بھی شامل ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو بار گئے تھے اور امام احمدؒ بن حنبل کی ایک روایت کی بنیاد پر قیاس کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین/قبیلہ عبدالقیس کے علاقے کا سفر بھی برائے تجارت کیا تھا۔[55]

اور ان سب میں تفصیلات کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ سفرِ تجارت ہے جو حضرت خدیجہؓ کے مال کے ساتھ اور ان کے غلام میسرہ کی معیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام/بصریٰ کا کیا تھا۔ روایات کے اختلاف کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک بیس سے اوپر/پچیس ہوگئی تو ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میرے پاس مال نہیں رہا اور زمانہ سخت آن پڑا ہے۔ تمھاری قوم کے کاروانِ تجارت کے شام جانے کا وقت آ گیا ہے۔ خدیجہؓ بنت خویلد اسدی تمھاری قوم کے افراد کو اپنے کاروانِ تجارت میں بھیجا کرتی ہیں۔ اگر تم اپنے آپ کو پیش کرو تو وہ تمھیں جلدی قبول کرلیں گی۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ چچا کی صوابدید پر چھوڑ دیا اور انہوں نے حضرت خدیجہؓ سے بات کی اور وہ بخوشی تیار ہوگئیں۔ اور دوسری روایت کے مطابق حضرت خدیجہؓ کو جب چچا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کا علم ہوا تو انہوں نے خود بلا بھیجا

اور آپ ﷺ کو سامانِ تجارت کے ساتھ شام بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ نفع کمایا اور حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو حسب وعدہ دوسروں سے زیادہ دیا۔ وہ اپنے غلام میسرہ کی زبانی آپ ﷺ کی معاملہ فہمی، راست بازی، محنت و دیانت کے واقعات سن کر خاصی متاثر ہوئیں۔ اکثر روایات یہ تاثر دیتی ہیں کہ اس سفر کے بعد حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کی شادی ان کی یا آپ ﷺ کی تحریک سے ہوگئی۔ [56]

قیاس کہتا ہے اور اس کا امکان ہے کہ پہلے سفرِ تجارت اور شادی کے درمیانی عرصے میں شاید ایک دو یا زیادہ باران کا سامانِ تجارت لے کر گئے ہوں۔ [57] اسی طرح یہ تاثر بھی عام ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد آپ ﷺ ان کی دولت و تجارت پر گویا تکیہ وانحصار کر کے بیٹھ گئے تھے۔ اور زمانہ بعثت تک بلکہ اس کے بعد ہجرتِ مدینہ یا ان کی وفات ۱۰ نبوی/ ۶۲۰ء تک اپنا آزاد تجارتی مشغلہ ترک کر دیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ کی تجارت کے بعد کے واقعات اور اس سے متعلق روایات نہیں ملتیں تاہم چند روایات و شواہد ایسے ہیں جو یہ ثابت و واضح کرتے ہیں کہ شغلِ تجارت بعثتِ نبوی کے بعد بھی جاری رہا تھا بلکہ آپ ﷺ کی خوددار طبیعت، محنت و اکلِ حلال پر زور دینے اور اس کی اہمیت پر آپ ﷺ کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا تجارتی مشغلہ بعد میں بھی جاری رکھا ہوگا۔ بہر حال بعثت کے بعد تک مکی زندگی میں آپ ﷺ کی تجارت سے متعلق روایات ملتی ہیں اور اب ہم انھیں کا تجزیہ کرتے ہیں۔

ابن کثیر نے مشہور جاہلی شاعر امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے ذکر کے لیے اپنی مخصوص

فصل میں ایک طویل روایت طبرانی سے ایمن کی سند پر بیان کی ہے جو مرفوع ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ ابوسفیان بن حرب اموی اپنے دوست امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے ساتھ برائے تجارت شام گئے اور وہاں دو ماہ قیام کر کے مکہ واپس آئے اور پھر یمن کے سفر تجارت پر چلے گئے جہاں پانچ ماہ قیام کیا اور پھر مکہ مکرمہ واپس آئے۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ ان سے ان کی قیام گاہ پر آ کر ملنے اور اپنے سامانِ تجارت (بضائعہم) کے بارے میں پوچھنے لگے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس وقت ان کی اہلیہ ہند بنت عتبہ بیٹھی ہوئی اپنے بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ابوسفیان کو سلام کر کے مبارکباد دی اور ان کے سفر و قیام کے بارے میں گفتگو کی مگر اپنے سامان (بضاعتہ) کے بارے میں کچھ نہ پوچھا اور تشریف لے گئے۔ ابوسفیان نے ہند سے کہا کہ ”مجھے آپ پر بڑا تعجب ہے بلکہ آپ مجھے اچھے لگتے ہیں۔ قریش کے ہر آدمی نے جس کا سامان میرے پاس تھا مجھ سے اس کے بارے میں ضرور پوچھا مگر آپ نے اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔“ ہند نے کہا کہ ”آپ کو ان کا حال نہیں معلوم“؟ ان کا خیال ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔“ ابوسفیان اس کے بعد طوافِ کعبہ کے لیے گئے تو آپ سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ سے کہا کہ آپ کا سامان اتنا اتنا ہو گیا ہے اور اس میں نفع ہوا ہے (وکان فیہا خیر)۔ آپ ﷺ کسی کو بھیج کر اسے منگوالیں اور آپ سے وہ بھی نہ لیں گے جو اپنی قوم سے لیتے ہیں“۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ تب تو نہ لوں گا۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا کہ اچھا آپ کسی کو بھیج دیں اور میں اتنا ہی لے لوں گا جو اپنی قوم سے لیتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنا سامانِ تجارت منگوالیا اور ابوسفیان نے دوسروں کی مانند آپ

ﷺ سے بھی اپنا معاوضہ لے لیا۔ ابن کثیرؒ نے اس کے بعد دوسرے واقعات بیان کیے ہیں جن کا امیہ بن ابی الصلت سے تعلق ہے اور آخر میں طبرانی کی تجارت نبوی سے متعلق یہی روایت دوسری سند سے بیان کی ہے اور کہا ہے کہ حافظ بیہقیؒ نے بھی اس کو کتاب الدلائل میں اسماعیل بن طریح کی سند سے بیان کیا ہے مگر ہم نے طبرانی کی روایت وسیاق کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ وہ سب سے زیادہ مکمل ہے۔[58] یہ روایت واضح طور سے بعثت سے ذرا قبل و بعد آپ ﷺ کی تجارت میں فعال دلچسپی کا بیان پیش کرتی ہے جو مضاربت کے اصولوں پر مبنی تھی۔ گویا آپ ﷺ نے وہ مقام حاصل کرلیا تھا جب آپ ﷺ اپنا مال دوسروں کو مضاربت پر دیتے تھے۔

ترتیب زمانی کے اعتبار سے ایک اور روایت بلاذری نے ''انساب الاشراف'' میں بیان کی ہے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اہم بھی ہے۔ اس کا اتفاق سے تعلق ابو سفیان بن حرب اموی ہی سے ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ خفیہ طور سے اسلام کی دعوت دے رہے تھے تو ابوسفیان شام سے ایک تجارتی سفر سے واپس آئے اور ان کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارت کا سامان بھی تھا اور آپ ﷺ نے ان سے اس کی بابت فرمایا تھا کہ ''اِن شاء اللہ آپ اس میں امانت ادا کریں گے۔''[59]

طبرانی، بیہقی اور بلاذری کی ان دو روایات سے یہ تو کم از کم ثابت و معلوم ہو جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تجارت کا سلسلہ بعثت کے بعد بھی جاری رہا تھا لہٰذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد اس کا جاری رہنا تو اور بھی مسلّم اور ثابت ہے۔ اگر تلاش و جستجو جاری رکھی جائے اور تحقیق و تفتیش بند نہ کی جائے تو گمان غالب بلکہ یقین

ہے کہ اور بھی ایسی روایات وشواہد مل جائیں گے جو آپ ﷺ کی تجارت بعد از نبوت کو قطعی طور سے ثابت کر دیں گے۔ کار نبوت کی گرانباری اور ہمہ وقت مصروفیت کی بنا پر ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کو خود براہ راست تجارتی اسفار کرنے کی مہلت نہ ملتی تھی اور اس کی ضرورت بھی نہ تھی کہ دوسرے تجارِ مکہ کی مانند آپ ﷺ مضاربت کی بنا پر اپنی تجارت کو جاری رکھ سکتے تھے۔

یہ صحیح ہے کہ اسلام کی مخالفت اور آپ ﷺ کی عداوت کے بدترین زمانہ میں آپ ﷺ کی تجارت سے بہت سے تاجرانِ مکہ نے پہلوتہی بھی کی ہوگی مگر کچھ ایسے بھی ہوں گے جنھوں نے دوستی، تعلقات اور مالی منافع وغیرہ جیسے متعدد اسباب کے سبب آپ ﷺ کے لیے مضاربت پر تجارت کرنی مفید بھی سمجھی ہوگی، پھر آپ ﷺ کے بہت سے جاں نثار صحابہ کرام میں سے متعدد حضرات تاجر تھے۔[60] انہوں نے اس خدمت نبوی کو اپنے لیے سعادتِ دارین سمجھا ہوگا۔ یہ بہرکیف قیاسات ہیں اور ان کو ان کی حدود ہی میں محدود رکھنا چاہیے۔ روایات و تاریخی شواہد سے یہ بہرحال ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی تجارت کا سلسلہ شادی کے بعد بھی جاری رکھا تھا اور بعدِ نبوت بھی اس سے کم از کم ابتدائی اسلام کے زمانہ میں ہاتھ نہیں اٹھالیا تھا۔ اس روایت میں اس خیال و نظریہ اور تاثر کی تردید ہوتی ہے جو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد آپ ﷺ نے ان کی دولت وتجارت پر تکیہ کر کے وسائلِ حیات فراہم کیے تھے۔

تجارت و دولتِ حضرت خدیجہؓ

رسول اکرم ﷺ کی معیشتِ مکی کے باب میں حضرت خدیجہؓ کی تجارت و

دولت کو کافی اہمیت حاصل ہے اور اس سے انکار کرنا ناانصافی بھی ہوگا اور تاریخی معروضیت اور اسلامی اصول پسندی کا خون کرنا بھی۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اس وسیلۂ حیات اور وجہ معاش کا اس کے صحیح تاریخی تناظر اور واقعاتِ سیرت کے واقعی پس منظر میں اور ان سب سے بڑھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم المرتبت شخصیت کے اعتبار سے جائزہ لیں۔

ہمارے مؤرخین او سیرت نگاروں سے زیادہ ہمارے قدیم و جدید مفسرین نے یہ خیال ونظریہ عام کرنے میں حصہ لیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی دولت آپ کی مالداری اور خوشحالی کی ذمہ دار تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہ دنیاوی وسیلہ اسی لیے فراہم کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیاوی مشاغل سے بالاتر و آزاد ہو کر اللہ کے دین کو پھیلانے اور لوگوں کو صحیح راستہ دکھانے کے لیے ہمہ وقت اور ہمہ جہت مصروف ہو جائیں۔ اس خیال ونظریہ کی حمایت ہمارے برصغیر پاک و ہند کے علماء و مفسرین نے کچھ زیادہ ہی زور وشور سے کی ہے۔ چنانچہ بطور مثال چند اسمائے گرامی پیش کیے جا رہے ہیں۔ اردو مفسرین میں شاہ عبدالقادر، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی شامل ہیں جنھوں نے سورۃ والضحیٰ کی تفسیر میں کسی نہ کسی طرح اس خیال کو پیش کیا ہے۔ انگریزی مفسرین میں عبداللہ یوسف علی وغیرہ اس کے علمبردار ہیں۔[61] مزید تفحص و جستجو سے اور اسمائے گرامی بھی گنائے جا سکتے ہیں۔

یہاں ایک اشکال سورۂ والضحیٰ کی آیتِ کریمہ۔ ۸: ''وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ'' سے پیدا ہوتا ہے یا پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یہ بحث بھی کافی طویل ہے البتہ چند مثالیں دی جا رہی ہیں تاکہ عارضی طور سے اس کا حل نکل آئے اور خلش باقی نہ رہے۔ ابن کثیرؒ نے

یہ مفہوم بیان کیا ہے:

''آپ فقیر اور عیال والے تھے تو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سوا سب سے غنی کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ''فقیر صابر'' اور ''غنی شاکر'' کے دونوں مقامات جمع و مقدر کر دیے۔''

اس کے بعد انھوں نے قلبی غنا اور رزقِ کفاف پر قناعت سے متعلق دو حدیثیں بیان کی ہیں کہ آیت کریمہ میں مذکور غنا سے وہی مراد ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''عائل'' کا ترجمہ ''تنگدست'' اور ''اغنیٰ'' کا تونگری کیا ہے۔[62] شاہ عبدالقادرؒ نے پوری آیت مطہرہ کا ترجمہ کیا ہے:

''اور پایا تجھ کو مفلس، پھر محظوظ کیا۔''

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے شاہ صاحب موصوف کے ترجمہ کا مفلس باقی رکھا اور محظوظ کی جگہ ''غنی'' کر دیا۔ مولانا مودودی نے بالترتیب ''نادار'' اور ''مالدار'' ترجمہ کیا ہے جبکہ مولانا اصلاحی نے بالترتیب ''محتاج'' اور ''غنی'' کے مترادفات استعمال کیے ہیں۔ اور انگریزی میں عبداللہ یوسف علی نے "IN NEED" اور "INDEPENDENT" سے ترجمانی کی ہے۔ ان چند مثالوں میں ''عیال والے فقیر'' ''تنگدست'' ''مفلس'' ''نادار'' ''محتاج'' اور انگریزی میں ''ضرورتمند'' کے مختلف ترجمے ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی تعبیرات مل سکتی ہیں۔ ان میں سے کسی کی ترجیح و تجریح کے خیال سے نہیں بلکہ عربی زبان کے اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''عائل'' اس ضرورت مند و محتاج کے لیے استعمال ہوتا ہے جو عائلی ذمہ داریوں کے سبب تنگدست ہوا ہو۔ خالص فقیر کے لیے قرآن مجید نے فقیر ہی کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس کے متضاد کے لیے غنی کا لفظ۔ لہٰذا

یہ تنگدستی تھی فقر نہ تھا۔ بہرکیف یہ بحث طویل ہے۔ للہذا اسے نظر انداز کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت کریمہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقر و مفلسی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احتیاج و ضرورت اور تنگدستی پر کیا جا سکتا ہے۔[63]

معاشِ نبوی سے متعلق چند تاریخی روایات

ہمارے متعین کردہ مفہوم کی تائید بعض تاریخی روایات اور سیرتی واقعات سے ہوتی ہے۔ اوپر کی بحث سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو والدین کی وراثت میں اچھا خاصہ سامان اور غیر منقولہ مکان ملا تھا۔ وہ خوشحالی کے لیے کافی نہ تھا تاہم بقدرِ کفاف تھا اور ضروریات کے لیے کافی تھا۔ پھر والدہ کی پرورش، جدامجد و اعمامِ نبوی کی کفالت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت کی کمائی اور تجارت تھی۔ اور اسی تجارت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بقدرِ کفاف سے اوپر اٹھا کر ''غنا'' کے درجہ تک پہنچایا تھا۔ بعد میں حضرت خدیجہؓ کی دولت و تجارت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی تجارت سے مل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مادی فراغت نصیب کر دی۔

ان حقائق کے علاوہ سیرت نبوی کے مختلف مراحلِ ارتقاء سے کچھ اور معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''مال''، ''سامان'' یا جو کچھ اسے نام دیا جائے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ صرف چند مثالیں حاضر ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے قبل ہر سال حج میں شریک ہوتے تھے اور عرب حمس کے طریقہ کے برخلاف عرفات میں عام حجاج کے ساتھ قیام فرماتے تھے۔ ایسے ہی کسی موقعہ پر جبیر بن مطعم بن عدی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ایک اونٹ (بعیر) پر وقوفِ عرفات

معاشِ نبوی ﷺ (مکی عہد میں)

کرتے ہوئے دیکھا تھا۔[64] ابن اسحاقؒ وغیرہ کے مطابق آپ ﷺ ہر سال رمضان المبارک میں غارِ حرا میں مجاورہ و مراقبہ کیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ بہت ابتدا سے جاری تھا۔ اور مجاورہ کے خاتمہ پر طوافِ کعبہ کرتے اور اس کے بعد بلا ناغہ مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔[65] آپ ﷺ کے جود و سخا، مہمان داری اور فیاضی، کمزوروں کے ساتھ حسنِ سلوک، ناداروں کی امداد اور اجنبیوں اور بیگانوں کی مادی راحت رسانی کوئی بعد کی بات نہیں تھی اور نہ کسی اور کی دولت و مال کی محتاج تھی۔ یہ آپ ﷺ کی فطرت و طبیعت میں شروع سے تھی اور اس کا اظہار برابر ہر مرحلۂ حیات پر ہوتا رہا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اولین وحی قرآن کے نزول کے بعد آپ ﷺ کی انہیں صفات کو یاد دلا کر آپ کی دلجوئی اور اپنی تصدیق و ایمان کی شہادت دی تھی۔[66]

حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد ہی کسی وقت حضرت علیؓ کا بارِ کفالت آپ ﷺ نے اٹھا لیا تھا کہ آپ ﷺ کے محسن چچا ابو طالب کی مالی حالت دِگرگوں ہوگئی تھی۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے چچا عباسؓ بن عبد المطلب نے ان کے دوسرے بھائی جعفر بن ابی طالب کا بارِ کفالت اٹھا لیا تھا۔ دونوں اپنے وقت کے مالدار اصحاب میں تھے اور حضرت عباسؓ تو متمول ترین لوگوں میں شامل تھے اور ان کے زمرے میں آپ ﷺ کا بھی شمار ہوتا تھا۔ جب حضرت خدیجہؓ سے شادی کی تھی تو کھانے پینے کے انتظام کے علاوہ اپنے سسرالی رشتہ داروں کو حلہ/لباس پہنائے اور حضرت خدیجہؓ کو بیس ''بکرہ'' (اونٹنیاں) مہر میں دیں۔[67] بعد میں ہجرت مدینہ کے قریب حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا تو ان کو فی کس چار سو پانچ سو درہم مہر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ ولیمہ بھی کیا تھا اور ان کے کفاف کا انتظام بھی۔[68] ان کے

علاوہ آپ ﷺ کے کپڑوں، کھانے پینے، اسلحہ وغیرہ کے کبھی کبھی اکا دکا حوالے مل جاتے ہیں۔ مثلاً ابن کثیر کی روایت ہے کہ عہد جاہلیت میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت زیدؓ بن حارثہ دسترخوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور آپ ﷺ نے مشہور حنیف زید بن عمرو کو بھی مدعو کیا تھا۔[69] اسی طرح آپ ﷺ نے اپنی بنات مطہرات کی شادیاں کی تھیں تو تین مخدرات کے لیے سامانِ نکاح وغیرہ کا انتظام کیا تھا، کھانا بھی کیا تھا۔[70] آپ ﷺ کے لباس/کپڑوں کا بھی مکی عہد میں مختصر حوالہ آتا ہے اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ اس کی ضرورت بھی اپنے مال سے پوری کرتے رہے تھے۔ مثلاً قریش کے اشراف نے ایک مجلس میں آپ ﷺ سے بدتمیزی کی تو ایک دشمن اسلام نے آپ ﷺ کی چادر (رداء) کھینچ لی تھی۔[71] بوقت ہجرت آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر اپنی چادر (برد حضرمی) اوڑھ کر سو جانے کے لیے کہا تھا جو آپ ﷺ کی مخصوص چادر تھی اور وہ حضر موت کی بنی ہوئی سبز رنگ کی تھی۔ یہ روایت خاصی ضعیف ہے۔[72] ظاہر ہے کہ گھرداری کے اسباب بھی تھے اور ان میں سے آپ ﷺ کی ایک ہانڈی (برمہ) کا ذکر بدقماش پڑوسیوں کے ستانے کے ضمن میں آتا ہے۔[73] لباس میں آپ ﷺ کے ازار کا دو جگہ کم از کم ذکر آیا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ دو تین لباس زیب تن فرمائے ایک ازار، ایک قمیص/حلہ اور ایک رداء وغیرہ اوپر کا لباس۔[74]

آپ ﷺ کے مکی غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت ام ایمنؓ مشہور ہیں۔ حضرت زیدؓ کو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے مانگ لیا تھا اور آزاد کر کے حضرت ام ایمنؓ سے بیاہ دیا تھا جن سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے اور

اس پورے خاندان کی کفالت آپ ہی کرتے تھے۔[75] دوسرے غلاموں میں حضرات ابوکبشہ، انسہ، صالح شقران اور سفینہ تھے۔ ان سب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غالبًا خریدا اور آزاد کر دیا تھا مگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے زیر کفالت رہے تھے۔ غالبًا ان کے علاوہ بھی کچھ مکی غلام تھے۔[76] اسی طرح ہجرت کے وقت آپ کو اپنے تمام جانور اور اثاثہ چھوڑنا پڑا تھا لہٰذا حضرت ابوبکرؓ کی فراہم کردہ اونٹنی قصواء خرید لی تھی جس کی قیمت چارسو درہم تھی۔[77] ابن اسحاق نے اسلام کے لیے آپ کی دعوتوں کے انتظام کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قرآن مجید کی سورۂ شعراء آیت ۲۱۴: وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو باخبر کرو) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کے ذریعہ ایک صاع کا کھانا تیار کرایا، اور اس پر سالم بکری کا پکا ہوا گوشت رکھوا دیا اور دودھ سے بھرا ہوا ایک لگن رکھوایا اور بنوعبدالمطلب کو دعوتِ اکل وشرب دی جس کے لیے چالیس مرد جمع ہوئے اور انھوں نے کھانا پیٹ بھر کھایا لیکن ابولہب کے بہکاوے میں آ کر مجلس خراب ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت پیش نہ کر سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے دن کی مانند دوسرے دن دعوتِ اکل وشرب کا انتظام کیا اور اس بار مختصرًا اپنی دعوت پیش کی۔ ان دونوں دعوتوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مال کے خرچ ہونے کا معاملہ ظاہر ہے۔ ابن اسحاق ہی کی ایک اور روایت بھی اس ضمن میں بیان کر دی جائے جو انھوں نے نزولِ وحی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمول کے عنوان کے تحت درج کی ہے اور جس میں آپ نے فرمایا تھا:

> "اے اولادِ عبدمناف! اے اولادِ عبدالمطلب! اے فاطمہ محمد کی بیٹی! اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی! تم لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچاؤ کیونکہ میں

اللہ کی گرفت سے تم کو بچانے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ البتہ میرے مال میں سے تم جو چاہو مجھ سے مانگ سکتے ہو....''

روایت میں آپ کی حدیث اور آگے چلتی ہے مگر ہمارے موضوع سے متعلق مذکورہ بالا ٹکڑے کا آخری فقرہ ہے جو مکی دور میں آپ ﷺ کے مال کا صاف ذکر کرتا ہے۔[78] اگر تمام روایات ذکر کی جائیں اور سب کا تفحص کیا جائے تو مکی دورِ حیات نبوی میں آپ ﷺ کے وسائل معاش کے اور بھی ثبوت مل سکتے ہیں لیکن اس بحث کو جو پہلے ہی کافی طویل ہو چکی ہے اس پر ختم کیا جاتا ہے۔ باقی پھر کبھی۔

مسلم ہدایا و خدمات

مدنی دورِ حیات طیبہ کی مانند مکی زمانۂ سیرت میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاش کے تعلق سے اس ضمن میں کچھ روایات ملتی ہیں۔ وہ خواہ کتنی حقیر اور عارضی نوعیت کی رہی ہوں بہر حال آپ ﷺ کی مسرت و شادمانی، سہولت و آسانی اور اس سے بڑھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی سعادت وخوش بختی کی ذمہ دار رہی تھیں۔ مکمل تجزیہ تو کافی وقت وجگہ کا متقاضی ہے، صرف چند مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے تا کہ معاش نبوی مکی کا یہ باب سرے سے خالی نہ رہ جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی صحابی، جانی دوست اور جاں نثار رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رہے تھے۔ وہ صدیق اکبر محض اس لیے قرار نہیں دیے گئے تھے کہ انھوں نے آپ ﷺ کی بلا جھجک تصدیق وتائید کی تھی بلکہ انھوں نے اپنی جان و مال اور خدمت سے اپنے ایمان ومحبت کی ہر ہر قدم پر تصدیق کی تھی۔ خود رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "مجھے ابوبکر کے مال وخدمت سے جتنا فائدہ پہنچا اتنا کسی سے نہیں پہنچا۔" حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا ناغہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاں صبح وشام جایا کرتے تھے [79] اور ظاہر ہے کہ یہ جاں نثارانِ رسول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر طرح خدمت بجالاتے تھے۔ [80] ہجرتِ مدینہ کے سفر کے لیے سارے انتظامات یعنی زادِ سفر، سواری، خادم و راہبر کی خدمات اسی خاندانِ صدیقی کے محبت کرنے والے افراد نے کی تھی۔ [81] اور اس سفرِ ہجرت کے دوران مکی مسلمانوں میں حضرات طلحہؓ و زبیرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑے بطور ہدیہ پیش کیے تھے۔ [82]

مکہ کے طویل قیام کے دوران صحابہ کرامؓ نے بالخصوص اور بعض ہمدردانِ خاندان نے بالعموم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براہ راست یا بالواسطہ مدد کی تھی۔ دعوتِ اسلام کے خفیہ تبلیغ کے دور میں حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم مخزومی نے اپنا مکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدر مقامِ دعوت وتعلیم کے لیے پیش کیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری خدمات اہل بیت کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی جاں نثار انجام دیتے تھے۔ [83] بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خاندانوں کے مقاطعہ کے دوران حضرت حکیمؓ بن حزام جیسے بعض ہمدردوں کی امداد ورسد رسانی کا ذکر ملتا ہے۔ [84] طائف سے واپسی پر دشمنانِ قریش میں سے عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بھائی شیبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوروں سے ضیافت کی تھی۔ [85]

یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش کر دی گئیں ورنہ تلاش وجستجو سے ایسی اور بھی کافی مثالیں اور روایات پیش کی جاسکتی ہیں۔ ان سے معاشِ نبوی کے اس پہلو پر روشنی پڑتی ہے جو

سماج و معاشرہ کے اجتماعی سلوک سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر مکی معاشرہ میں جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم زندگی کے سخت ترین اور دعوت کے مشکل ترین دور سے گزر رہے تھے یگانگت والفت، جاں نثاری وقربانی، اور ایک دوسرے کے کام آنے کے جذبات بہت گہرے اور فراواں تھے۔ انھوں نے مل کر اپنی اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشی مشکلات کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

مکّی عہد کی معیشتِ نبوی کے اس نامکمل اور مختصر تجزیہ سے جو تصویر ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکّی زندگی ابتدا ہی سے افلاس وغربت کی شکار نہ تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق بہرحال "اشرافِ مکہ" کے چیدہ ترین اور معاشی لحاظ سے خاصے متمول گھرانے سے تھا۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یتیمی کا داغ اور اس کی پیدا کردہ محرومی کا سامنا اپنی پیدائش کے روز سے ہی کرنا پڑا تھا تاہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد مرحوم کے چھوڑے ہوئے اثاثے اور ترکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے سفر کی ابتدا کو خوشگوار بنانے میں کافی حصہ لیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حد سے زیادہ پیار کرنے والے دادا اور والدہ ماجدہ کی محبت اور دولت کا بھی سہارا تھا۔ جدامجد عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کو کسی قسم کی معاشی تنگی یا محرومی کا احساس نہیں ہونے دیا اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش و پرداخت کا انتظام کیا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد عبداللہ کے زمانہ میں ہوتا۔

دادا کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کی محبت ونگہداشت کی دولت حاصل تھی اور اپنے ددھیالی اور ننھیالی خاندانوں کے دوسرے بزرگوں اور عزیزوں کی بھی۔ والدہ کی وفات کے بعد جس طرح دادا نے دیکھ بھال کی وہ مثالی تھی اور دادا کی موت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی پوری ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو چچاؤں زبیر بن

عبدالمطلب اور ابوطالب نے بالخصوص سنبھال لی اور اپنے مرتے دم تک خوب نبھائی۔ لڑکپن ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کی اور گلہ بانی کا نبوی پیشہ اختیار کیا جو مالی یافت کا معمولی سہارا تھا۔ مگر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجربات سے نوازا اور جب سنِ شعور کو پہنچے تو تجارت کا خاندانی اور قومی پیشہ اختیار کرنے میں لڑکپن کے بعض تجارتی اسفار کے ساتھ دلیل راہ ثابت ہوا۔ مضاربت کے اصول پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تجارت کا آغاز کیا اور مقامی تجارت سے رفتہ رفتہ ترقی کر کے قومی تجارت کے دھارے میں شریک ہو گئے اور مکہ مکرمہ میں اپنی محنت، مہارت، امانت و صلابت کے سبب ایک ممتاز جگہ بنالی اور ایک ابھرتے ہوئے خوشحال تاجر بن گئے۔

پچیس سال کی عمر شریف میں حضرت خدیجہؓ جیسی مالدار ترین اور خوش خصال عورت سے شادی کی تو ایک کامیاب تاجر تھے اور پھر اپنی تجارت کو اپنی نیک نہاد اور جاں نثار اہلیہ کی تجارت کے ساتھ مدغم کر کے ''غنی'' کے اس درجہ تک پہنچ گئے جس کا حوالہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ یہ مشترکہ تجارت آخر مکی عہد تک جاری رہی بس اس فرق کے ساتھ کہ بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کو مضاربت پر مال دے کر تجارت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت اور غنا حضرت خدیجہؓ کی دولت و تجارت کی محتاج اور اس پر مبنی نہ تھی بلکہ خود مختار و آزاد تھی البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت و تجارت کو اس سے بہت فیض پہنچا تھا جس طرح متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی جاں نثاری اور ہمدردانِ قریش کی مدد سے زیست کا سامان کسی حد تک فراہم ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی معیشت انہیں مختلف عناصر سے مرکب تھی۔

باب 2



معیشتِ نبوی ﷺ

مدینہ منورہ میں

فقر و غنا کا اسلامی تصور

اسلام میں دین و دنیا کی تفریق کا مدار نیت پر ہے، نیت رضائے الٰہی کی ہو تو دنیا بھی دین اور طلب کسی اور شے کی ہو تو دین بھی غیر مقبول۔ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے اسلامی اصول ہیں۔ ان سے انحراف کی سرِ مو اجازت نہیں۔ انسان کی معاشی زندگی کے لیے وسائل و ذرائع کا ایک مخصوص طریقہ مقرر کیا گیا ہے بعض وسائل کا حصول لازمی اور فرض قرار دیا گیا ہے اور بعض کا جائز و مباح۔ باعزت اور بافراغت زندگی گزارنے کے لیے وسائلِ معاش کا حصول اکلِ حلال کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس لیے لازمی اور دینی فریضہ ہے۔ دولت و مالداری کا حصول مباح و جائز ہے اور کسی طرح غیر اسلامی یا اسلام کے تصورِ تقویٰ کے خلاف نہیں ہے بلکہ بعض حالات میں جب کہ اسلامی معاشرہ کو ضرورت ہو دولت کا حصول لازمی اور ناگزیر درجہ میں آ جاتا ہے۔ اسی طرح انفرادی اور

اجتماعی زندگی میں معاشی فارغ البالی اور فقروفاقہ سے اجتناب وحفاظتِ اسلام میں پسندیدہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ وسائلِ دولت کا حصول وجہ ہے کہ قرآنِ کریم اوراحادیثِ نبوی میں صحیح غنااور جائز دولت مندی کو فضلِ الٰہی قرار دیا گیا ہے اور کہیں بھی فقروفاقہ کو بطورِ اصولِ معاش ممدوح نہیں سمجھا گیا۔ [86]

لیکن غیراسلامی اثرات اور انسانی فطرت کے تجاوزات نے تقریباً تمام انسانی معاشروں میں معاش کے باب میں افراط وتفریط پر مبنی رویہ پیدا کیا۔ لہٰذا دولت کا حصول واستعمال خواہ صحیح دنیاوی اور دینی مقاصد کے لیے ہو قابلِ نفریں اور فقروفاقہ کی زندگی کو نصب العین گردانا گیا۔ یہاں اسباب وعوامل اور محرکات ومقاصد سے بحث نہیں، مگر یہ غیراسلامی رویہ اسلامی معاشرہ میں درآیا۔ متاخر مسلمانوں نے بھی فقیرانہ زندگی کو مطلوبِ اسلام بنا کر اور سمجھ کر سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور قرونِ خیر کے مسلمانوں کی معاشی زندگی کو اسی پیمانۂ غیر سے ناپنا شروع کیا اور اسلام کے کلاسیکی دور کو فقیری و درویشی کا اوجِ کمال سمجھ لیا۔ معاشی فارغ البالی کو ناپسندیدہ، اقتصادی بہبود کو غیر مطلوب اور دولت مندی کے حصول کو ناجائز وغیر اسلامی سمجھا۔ ان کے اس تصور ونظریہ کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں تھا اور نہ ہے مگر اس خودساختہ نظریہ وتصور کے برعکس جب کسی اسلامی معاشرہ میں یا اس کے برعکس افراد میں فارغ البالی اور دولت مندی کا عکس بھی نظر آیا تو یا تو اس کی تاویل کی کہ ان کے خودساختہ نظریہ وتصور کی زد ایسے اسلاف وارکان پر پڑتی ہے جن کی عملی زندگی اسلام کی صحیح مادی تفسیر ہے یا اس کو شاذ و نادر روایت کہہ کر دل کو تسلی دے لی کہ اسلامی اصول سے اس کا کوئی ناطہ نہیں ہے۔ [87]

اس ذہنی رجحان اور عملی میلان کا یہ نتیجہ نکلا کہ چند روایات کی بنا پر یہ قطعی فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص اور صدرِ اسلامی کے مسلمان بالعموم فقر و فاقہ کی زندگی گزارنا مطلوب اور عین تقاضائے اسلام سمجھتے تھے اور دولت مندی اور فارغ البالی سے عمداً اجتناب کرتے تھے۔[88] یہ عقیدہ و خیال ایسا دلوں میں راسخ ہوا کہ اس کے برعکس جو کثیر روایات ہیں ان کو سرے سے نظر انداز کر دیا گیا یا ان کی کوئی کمزور سی تاویل کر لی گئی۔ علمی و تحقیقی دنیا میں یہ خلا پیدا ہوا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام اور بعض متاخر ادوار کے بہترین مسلمانوں کی معاشی زندگی اور اقتصادی وسائل پر خاطر خواہ کام نہیں ہوا۔ ایک اور منفی نتیجہ یہ بھی نکلا کہ خلفائے اسلام اور قائدین و امراء ملتِ اسلامی کی زندگی میں معاشی فارغ البالی اور دولت مندی کا ثبوت ملا تو ان کو ہدفِ ملامت بنا لیا گیا۔ ان حضرات کے خیال میں یہ عیش و عشرت کی زندگی تھی اس لیے غیر اسلامی اور لائقِ اجتناب۔[89] حیرت ہوتی ہے کہ سوادِ اعظم کے اجماعی اور اجتماعی فیصلہ اور طرزِ زندگی کے خلاف اگر کوئی شاذ و نادر انفرادی مثال ملتی ہے تو مؤخر الذکر کو اسلامی، قابلِ تعریف اور نصب العین اسلامی قرار دے کر امتِ اسلامی کے سوادِ اعظم اور غالب اکثریت کو معرضِ نقد و ملامت میں ڈال دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی طرزِ زندگی و تعلیم کو تمام صحابہ کرام کے مجموعی طریقۂ حیات و خیال کے بالمقابل قابلِ رشک و تعریف قرار دینے کا علمی رجحان[90] اسی غیر معتدل و غیر متوازن فکر و نظر کا ناپسندیدہ نتیجہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاش و اقتصاد کی صحیح تحقیق کی جائے کہ نبوی معاشی زندگی ہی

اسلام کی اقتصادی و معاشی حیات کے اصول فراہم کرتی ہے۔ اس مضمون میں اسی مکی سنتِ معاش کا تسلسل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ مدنی دور میں روایات و احادیث بکثرت ملتی ہیں۔

ان کے مآخذ میں قرآن مجید، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت کے مآخذ شامل ہیں۔ تاریخ اسلام کے مصادر اور بعض ثانوی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ مضمون کی اصل بنیاد سیرت نبوی کی عملی اور واقعاتی شہادتوں پر قائم ہے۔ نظریاتی اور اصولی بحثوں اور روایتوں سے بھی اجتناب نہیں کیا گیا، مگر اصل زور تاریخی واقعات پر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال کی نجی معاشی زندگی، وسائلِ حیات کی فراہمی اور استعمال پر روشنی ڈالی جائے اور ان سے ٹھوس تاریخی نتائج اخذ کیے جائیں۔ اس تحریر میں صحابہ کرام کی انفرادی اور اجتماعی معیشت سے کلیتاً گریز کیا گیا ہے تا کہ نقطۂ نظر خالص حیاتِ نبوی پر مرکوز رہے اور غیر منضبط تجاوزات سے مطمحِ نظر محفوظ رہے۔ معیشتِ نبوی کے وسائل کی فراہمی اور ان کے استعمال پر بحث کو چند ذیلی سرخیوں کے تحت تقسیم کیا گیا ہے تا کہ پوری تصویرِ حیات ابھر کر سامنے آئے اور کوئی گوشہ روشنی سے محروم نہ رہے۔ ایک اور کوشش یہ رہے گی کہ بحث واقعاتی وتاریخی ترتیب کے مطابق ہو تا کہ روایات کے ظاہری تضاد وتناقض کی صحیح توجیہہ کی جاسکے اور ہجرتِ نبوی کے نقطۂ آغاز سے وفاتِ نبوی کے نقطۂ اختتام تک ایک سلسلۂ ارتقاء اور ربطِ تسلسل بھی نظر آتا رہے۔

معیشتِ نبوی کے وسائل

سیرتِ نبوی کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوی معیشت کے وسائل کی فراہمی کے موٹے طور پر دو طریقے تھے: ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی انفرادی کوششوں پر مبنی تھا اور ان میں خریداری اہم ترین ذریعہ تھا۔ دوسرا طریقہ اجتماعی کوششوں پر مبنی تھا جس میں غنیمت و فے اہم ترین وسیلہ تھا اور دوسرے ہدیہ وغیرہ کے بعض اور ذرائع بھی تھے۔ ان تمام ذرائع و وسائل پر مکمل بحث آگے آ رہی ہے۔ چونکہ انسانی معاش میں اوّلیت و ترجیح جسم و روح کے رشتہ کو قائم رکھنے والے ذریعہ کو حاصل ہے اس لیے سب سے پہلے روزی روٹی کی فراہمی کے ذرائع سے بحث کی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسری بنیادی ضروریات جیسے لباس و مکان وغیرہ بھی زیر بحث آتی رہیں گی۔ معیشت سے متعلق دوسری اہم بحثوں کے بعد ختم پر نتائج سے بحث کی جائے گی اور یہی وہ اساس ہوگی جس پر اسلامی معیشت کے اصول و اقدار مبنی ہوتے ہیں اور ہونے چاہئیں، نہ کہ ہمارے آپ کے خودساختہ نظریات و پیمانے۔

مداراتِ انصار

ہجرت کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں قیام کیا۔ روایات کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہاں چودہ دن قیام فرمایا اور بنو عمرو بن عوف کے بزرگ سردار حضرت کلثوم بن ہدمؓ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اور بعد متعدد صحابۂ کرام

رضوان اللہ علیہم کی میزبانی کی تھی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن خیثمہؓ کے کاشانہ پر آپ اترے اور قیام پذیر ہوئے تھے مگر سیرت نگاروں کا تقریباً اتفاق ہے کہ مہمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حضرت کلثومؓ کو حاصل ہوا تھا۔ خواہ کوئی روایت تسلیم کی جائے یہ حقیقت بہر حال نہیں بدلتی کہ مدینہ منورہ کے ابتدائی قیام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیشت و معاش کا مدار ضیافتِ انصار وسخاوتِ اہلِ مدینہ پر تھا۔ قیام وطعام کی دوسری تفصیلات ہمارے مآخذ میں مذکور نہیں مگر ظاہر ہے کہ آپ کی تمام ضروریات کی کفالت حضرت کلثومؓ بن ہدم نے کی تھی۔ [91]

خاص شہرِ مدینۂ منورہ پہونچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوایوب خالد بن زید نجاری انصاریؓ کے گھر قیام فرمایا۔ روایات میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مکان میں قیام کا ارادہ فرمالیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامان آپ کے انصاری مہمان اپنے گھر لے گئے۔ سامانِ رسول کی تفصیلات مآخذ میں اگرچہ مذکور نہیں تاہم قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کپڑے، برتن وغیرہ ضروری اشیاء اس میں شامل رہی ہوں گی۔ آپ کی اونٹنی حضرت اسعد بن زرارہؓ اپنے گھر لے گئے اور اس کی دیکھ بھال اور کھانے پینے کا انتظام انھیں کے سپرد ہوا۔ [92] اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے پینے کا انتظام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میزبان حضرت ابوایوب انصاریؓ کے یہاں رہتا تھا اور دونوں میزبان میاں بیوی اس وقت تک لقمہ نہیں توڑتے تھے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول نہ فرمالیں بلکہ اسی برتن میں اسی جگہ سے کھانا شروع کرتے تھے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے نشان ہوتے تھے تاہم دوسرے صحابۂ کرامؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے برابر کھانا بھیجتے رہتے تھے۔ حضرت

ابوایوب رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ بالائی منزل سے آپ کی قیام گاہ زیریں منزل میں کھانے کے اوقات میں خوان بھیجتے تھے، آپ اس میں سے جو چاہتے اور جتنا چاہتے کھالیتے اور بقیہ واپس کردیتے جس سے میزبان لذتِ کام ودہن کرتے۔ ایک بار میزبان نے ایسا کھانا بھیجا جس میں لہسن وغیرہ کی بُو تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کھایا تو میزبان کو پریشانی ہوئی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضاحت کے بعد ان کی تشویش جاتی رہی۔ عام طور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شام کے کھانے پر حضرت ابوایوب انصاری اور دوسرے صحابہ کرام ضرور موجود ہوتے تھے۔[93]

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مہمان خانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام روایات کے مطابق تقریباً سات ماہ رہا اور ابن سعد کی روایت کے مطابق اس دوران کوئی ایسا دن نہیں گیا جب تین چار صحابہ کرامؓ کے گھروں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا نہ آیا ہو۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سب تناول نہیں فرما سکتے تھے۔ ضرورت و پسند کے مطابق لے کر باقی تقسیم کردیتے تھے۔ بلاذری کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ بنونجار باری باری سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت ابوایوبؓ کے گھر میں قیام کے دوران کھانا بھیجا کرتے تھے۔ ان میں حضرت امّ یزیدؓ بن ثابت نے دودھ اور گھی سے بنا ہوا ثرید ایک بار بھیجا تھا۔ دوسرے بزرگ حضرت سعدؓ بن عبادہ تھے جنھوں نے ایک بار پیالہ بھیجا جس میں طفیشل نامی کھانا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بڑی رغبت سے تناول فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک تھے لہٰذا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہی مخصوص و محبوب کھانا گھر میں تیار کرانا شروع کردیا۔ اسی طرح آپ کے لیے ہریس یا ہریسہ (گوشت اور گیہوں ملا کر

پکایا ہوا) نامی کھانا بھی تیار کرتے تھے۔ رات کے کھانے میں آپ کے ساتھ پانچ سے دس حضرات شریک ہوا کرتے تھے۔ دوسرے خوش نصیبوں میں حضرت اسعد بن زرارہؓ کا نام آتا ہے جو ایک دن کے ناغہ سے ایک بڑا پیالہ بھیجا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا انتظار رہتا تھا اور گھر والوں سے فرمائش کر کے منگواتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا بھیجا ہوا کھانا بہت پسند آتا تھا۔[94]

آراضی کے عطایا

سات ماہ بعد میزبانیٔ ابوایوب انصاریؓ کا زمانہ ختم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے مسجدِ نبوی اور پھر اپنی دو ازواج حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے لیے حجرے تعمیر کیے۔ مسجد کی زمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے خریدی تھی اور اس کی نقد قیمت دس دینار یا ایک سو بیس درہم حضرت ابوبکرؓ نے اپنی جیب سے ادا کی تھی۔ تعمیری سامان مدینہ کے صاحبِ خیر صحابۂ کرامؓ نے فراہم کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفس نفیس اس کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ مسجد سے متصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دو مکان/حجرے بنائے گئے تھے۔[95]

روایات میں ان کی جزئیات کی تصریح نہیں ملتی مگر عام شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حجروں کی زمین اور ان کا ضروری تعمیری سامان بھی صحابۂ کرامؓ کے عطیہ سے آیا تھا۔ جہاں تک زمین/اراضی کا تعلق ہے تو مدینۂ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیثیت سربراہِ امت ومملکت اس اراضی کی تقسیم اپنی صوابدید اور صحابۂ کرامؓ کی ضروریات کے مطابق کی تھی۔[96] اس پر مفصل بحث بعد میں ہوگی۔

حجروں کی تعمیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دو آزاد کردہ غلاموں (موالی) حضرات زیدؓ بن حارثہ اور ابورافعؓ کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ مکرمہ بھیجا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال کو جو بوقت ہجرت وہاں رہ گئے تھے مدینۂ منورہ لے آئیں۔ چنانچہ حضرات زیدؓ وابورافعؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ حضرت سودہؓ اور دو بناتِ مطہرات حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ کو لے کر مدینہ پہونچے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری اہلیہ حضرت عائشہؓ اپنے خاندان والوں کے ساتھ مدینہ آئیں۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ اپنی اہلیہ حضرت ام ایمنؓ اور صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو بھی ساتھ لائے تھے۔ بلاذری نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچ سو درہم حضرت ابوبکرؓ سے قرض لیے تھے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے سفر کے لیے اپنی مشہور اونٹنی قرض خریدی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں رقوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں اپنے مال سے ادا کی ہوں گی۔[97]

روایات میں آتا ہے کہ جوں جوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید نکاح کیے ازواجِ مطہرات کی رہائش کے لیے حجرے بھی تعمیر ہوتے گئے۔ یہ سب ترتیب وار مسجد سے متصل چھ سات ہاتھ چوڑے اور دس ہاتھ لمبے تھے۔ ان کی زمینیں اور تعمیراتی سامان صحابہ کرامؓ بالخصوص انصارِ مدینہ کے ہدیہ وعطیہ سے آیا تھا۔ ان کے باہری دروازوں پر کمبل کے پردے ہوتے تھے۔ ان کا انتظام کس ذریعہ سے ہوا تھا ابھی تک نہیں معلوم ہوسکا۔[98]

کھانے کے ہدایا

بعد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج واولاد کے ساتھ اپنے مکانات میں سکونت

پذیر ہو گئے تب بھی صحابہ کرامؓ بالخصوص انصاری صحابہؓ کے عطایا کا سلسلہ جاری رہا۔ جب تک حضرت اسعدؓ بن زرارہ زندہ رہے برابر اپنے معمول کے مطابق کھانے کا بڑا پیالہ بھیجتے رہے اور یہی معمول حضرت سعد بن عبادہ کا آپ ﷺ کی وفات تک جاری رہا۔[99] حضرت عائشہؓ چونکہ آپ ﷺ کی محبوب زوجہ محترمہ تھیں اور بعد میں حضرت سودہؓ کے اپنی باری انھیں عطا کرنے کے بعد آپ ﷺ کا قیام ان کے گھر میں نسبتاً زیادہ طویل ہوتا تھا، لوگ ہدایا بھیجنے کے لیے خاص طور پر حضرت عائشہؓ کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس طرح وہ آپ ﷺ کی رضا چاہتے تھے۔[100]

امام مالکؒ کی روایت ہے کہ ایک بار حضرت عائشہؓ کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی جو انھوں نے افطار کے لیے رکھ لی تھی مگر ایک مسکین کو مانگنے پر دے دی، شام کو کسی صاحبِ خانہ نے ان کے پاس گوشت کا ہدیہ بھیجا، ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ ایک بار انگور کھا رہی تھیں اور ان میں سے ایک دانہ ایک فقیر کو صدقہ کیا تھا۔ امام مالکؒ ہی نے بیان کیا ہے کہ ایک بار حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں روزے سے تھیں مگر جب کھانے کا ہدیہ آیا تو دونوں نے افطار کر لیا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو قضا کرنے کا حکم دیا۔ مسلم کی روایت ہے کہ ایک بار حضرت عائشہؓ سے کھانا طلب کیا اور نہ ملنے پر روزہ رکھ لیا۔ آپ ﷺ کے گھر سے نکلتے ہی ہدیہ میں پڑوسیوں نے حیس نامی کھانا بھیجا۔ آپ ﷺ کی واپسی پر حضرت عائشہؓ نے اسے پیش کیا اور آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔[101] ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضرت امّ داؤد کی ایک مولاۃ (آزاد کردہ غلام/خاندان سے تعلقِ ولاء قائم کرنے والی) نے حضرت عائشہؓ کے گھر ہریسہ بھیجا جسے بلی نے کھا لیا تھا۔ آپ ﷺ نے بلی کے جھوٹے کو کھانے یا اس کے جھوٹے پانی سے

وضو کرنے کو جائز قرار دیا۔ [102] حضرت عائشہؓ کی مولاۃ حضرت بریرہؓ کو لوگ صدقہ میں گوشت دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے تناول فرمایا کرتے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہدیہ ہوتا تھا۔ [103] ایک بار حضرت ام عطیہؓ نے بکری کا گوشت ان کے لیے بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھایا اور فرمایا: بکری اپنی جگہ پہونچ گئی۔ [104]

ایسا نہیں تھا کہ دوسری ازواجِ مطہراتؓ کے گھروں میں قیام کے دوران آپ کے لیے پڑوسیوں اور دوسرے محبت کرنے والوں کے ہدایا نہیں آتے تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد دوسری ازواج کے گھروں میں کھانے وغیرہ کے ہدیے آتے رہتے تھے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت میمونہؓ بنت الحارث ام المومنین کی بہن حضرت ہُزیلہؓ نے گوہ (ضب) اور دودھ کا ہدیہ بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آنے والے حضرات خالدؓ بن الولید اور عبداللہؓ بن عباسؓ نے گوہ تناول کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفاستِ طبع کے سبب صرف دودھ نوش فرمانے پر اکتفا کیا۔ [105] اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کی خالہ حضرت ام حفیدؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اقط (پنیر) سمن (گھی/مکھن) اور الضب (گوہوں) کا ہدیہ بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقط وسمن تو تناول کیا مگر الضب سے اس کی گندگی کے سبب احتراز کیا۔ [106] یہ دونوں روایات غالباً ایک ہی واقعہ سے متعلق امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کے یہاں نقل ہوئی ہیں۔ امام بخاریؒ ہی کی نقل کردہ حدیث ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے شادی کی تو حضرت ام سلیمؓ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ ہمیں آپ کے لیے ہدیہ بھیجنا چاہیے پھر انھوں نے کھجور (تمر) گھی (سمن) اور پنیر (اقط) کو ملا کر ایک بڑی ہانڈی میں حیسہ بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہدیہ بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب میں سے نام بنام لوگوں کو بلایا اور

اس میں سب کو شریک کیا۔[107]

امام مسلمؒ کی دو روایات میں ہے کہ ام المومنین حضرت جویریہؓ کے گھر بکری کے گوشت کا صدقہ ان کی باندی کے لیے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا کہ وہ باندی کے لیے صدقہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہدیہ تھا۔[108] متعدد روایات میں تصریح آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ نہیں قبول فرماتے تھے اور ہدیہ قبول کر لیتے تھے۔[109] امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ام مالکؓ آپ کو عموماً سمن (گھی) ہدیہ میں بھیجا کرتی تھیں۔[110] متعدد دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہدیہ میں کھانے پینے کی اشیاء بھیجا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نہ کسی زوجۂ مطہرہؓ کے گھر میں قیام پذیر بھی ہوا کرتے تھے۔[111]

ابن ماجہ کی متعدد احادیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پرانی کھجوروں (تمر عتیق) کا ہدیہ کبھی آیا تو کبھی طائف کے انگور کا اور کبھی طعام سخن (گرم پکے ہوئے کھانے) کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر الذکر کھانے کو تناول فرما کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مدت کے بعد ایسا کھانا عطا کیا۔[112] اور تو اور ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ جیسے مفلس و نادار طالب علم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجوریں ہدیہ میں لا کر کھلائیں۔[113] حضرت سعدؓ بن عبادہ کے ہدیۂ طعام کا حوالہ اوپر آ چکا ہے۔ اس کے باب میں ابن سعد کی روایت سے تصریح ہوتی ہے کہ صحابی موصوف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے روزانہ گوشت یا دودھ یا سرکہ و تیل یا گھی کا ثرید بھرا بڑا پیالہ (جفنۃ) بھیجا کرتے تھے۔ اکثر اس میں گوشت کا ثرید ہوتا تھا اور یہ پیالۂ دلنوازی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام ازواجِ مطہرات کے ہاں گردش کیا کرتا تھا۔[114] ایک دلچسپ روایت یہ ہے کہ مدنی اصحابِ زراعت اور مالکانِ باغ اپنی

کھجور کی پیداوار میں سے اس کے کچھ گچھے/خوشے مسجد میں نادار نمازیوں کے لیے لٹکا دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ردی کھجوروں کے خوشے کو دیکھ کر اس کے ہدیہ وصدقہ کرنے والوں کو سخت سست کہا تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں ردی مال ہدیہ کیا کرتے ہیں جب کہ عمدہ مال اور بہترین شے کا مطالبہ الٰہی ہے۔[115]

مشروبات کے ہدایا

اوپر کی روایات میں ٹھوس کھانے (طعام) کے ساتھ بعض مشروبات کا بھی حوالہ آیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان پر مشتمل ہدایا کا الگ سے بھی ذکر کیا جائے کیوں کہ اس سے معیشت نبوی کے بعض غیر معروف یا کم معروف پہلو روشن ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بار دودھ میں پانی ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیالہ ہدیہ کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوش فرما کر پہلے ایک اعرابی کو دیا جو داہنے ہاتھ بیٹھا تھا کہ سنتِ نبوی یہی ہے اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا جو بائیں جانب نشست رکھتے تھے۔[116] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبیذ کا ہدیہ پیش کیا۔[117] بلاذری میں ایک دلچسپ روایت یہ ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری وغیرہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور آپ کے گھر والوں کے لیے پانی سے بھرے مٹکے فراہم کیا کرتے تھے۔[118] واقعہ تحریم میں یہ ذکر کافی معروف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک زوجۂ مطہرہ کو ان کی ایک ہم قوم عورت نے شہد کی ایک بڑی مشک ہدیہ کی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ ان کے گھر عصر کے بعد جاتے تو تناول فرمایا کرتے اس میں اکثر تاخیر ہو جایا کرتی تھی۔[119] ایک بار دودھ کا ہدیہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پی کر کلی کی اور

پھر نماز پڑھی اور فرمایا کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے اس لیے وضو (کلی) ضروری ہے۔[120]

معیشتِ نبوی کے ضمن میں ایک حدیث اکثر بیان کی جاتی ہے مگر زہد وفقر کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے اس کے صرف ایک حصہ پر زور دیا جاتا ہے۔ متعدد ائمہ حدیث کی روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک بار اپنے بھانجے حضرت عروہ بن زبیرؓ سے کہا کہ ہم ایک چاند سے دوسرا چاند اور دو ماہ میں تین چاند دیکھ لیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلا کرتی تھی۔ عروہؓ نے خالہ سے پوچھا کہ پھر سامانِ زیست کیا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: عموماً دو سیاہ (اسود) چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انصاری پڑوسی اپنے دودھاری جانوروں یعنی اونٹنیوں کا دودھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہدیہ بھیجا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو بھی پلاتے تھے۔[121] دودھ کے معیشتِ نبوی میں حصہ پر ایک اور بحث آگے آ رہی ہے۔

صحابہؓ کے گھروں میں دعوتیں

بارگاہ رسالت میں ہدایا بھیجنے کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبت کرنے والے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکثر وبیشتر اپنے گھروں پر دعوت بھی دیا کرتے تھے۔ بلاذری کے مطابق حضرت براءؓ بن معرور کی اہلیہ حضرت ام بسرؓ نے تحویلِ قبلہ بروز سہ شنبہ ۱۵ شعبان ۲ھ سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان دار دعوت کی تھی۔[122] معیشتِ نبوی کا یہ باب بھی کافی دل آویز اور مفصل ہے۔ امام بخاریؒ وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ

انصاریؓ نے آپ ﷺ کو مع آپ کے صحابہ کرامؓ کے کھانے پر اپنے گھر بلایا اور آپ ﷺ نے دعوت قبول کی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کے گھر آپ ﷺ نے کئی بار کھانا تناول فرمایا، صرف غزوہ خندق کے دوران ہی نہیں جس کا ذکر روایات میں زیادہ آیا ہے۔[123] ان کے علاوہ آپ نے حضرت عتبانؓ بن مالک انصاری کے گھر پر ان کی گھریلو مسجد کا نماز پڑھ کر افتتاح کیا اور پھر ان کی دعوت پر خزیرہ کی دعوت اپنے چند اصحاب کے ساتھ کھائی۔[124]

حضرت انسؓ کی دادی حضرت ام مُلیکہؓ کے گھر آپ ﷺ کے کھانا کھانے کا واقعہ کافی مشہور و معروف ہے۔ اس گھرانے سے آپ کے ﷺ خصوصی تعلقات تھے اس لیے آپ ﷺ کبھی حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سلیمؓ، ان کے والد و نگراں حضرت ابوطلحہؓ اور ان کی دادی حضرت ام مُلیکہؓ کے گھر جایا کرتے تھے اور خصوصی دعوتوں کے علاوہ اپنی زیارتوں میں بھی کھانا تناول کیا کرتے تھے۔ ایک حضرت ام سلیمؓ نے گھی اور کھجور پیش کیے مگر آپ ﷺ نے روزہ کی وجہ سے نہیں کھائے۔[125]

حضرت ابوشعیبؓ گوشت کے تاجر/ دوکان دار تھے۔ انھوں نے ایک بار آپ ﷺ کی چند اصحاب کے ساتھ دعوت کی اور عمدہ کھانا کھلایا۔[126] ایک بار جنازہ سے واپسی پر ایک عورت نے دعوت دی اور آپ ﷺ نے قبول کر کے اپنے اصحاب کے ساتھ بکری کا گوشت تناول فرمایا۔ اس کا ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہے۔[127] ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ و فاطمہؓ کے یہاں ایک مہمان وارد ہوا۔ ان کی ضیافت کے لیے کھانا تیار ہوا تو آپ ﷺ کو بھی دعوت دی اور آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔[128]

غزوۂ خندق کے دوران ایک دن حضرت جابرؓ نے گوشت اور جو کی روٹی سے آپ کے صحابہ کرامؓ سمیت آپ ﷺ کی دعوت کی۔ آپ ﷺ کے معجزے سے ہانڈی سے ہزار اصحاب نے پیٹ بھر کر کھایا اور وہ پھر بھی اسی طرح کھانے سے بھری رہی۔[129] حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک خیاط نے آپ ﷺ کی دعوت کی اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریکِ طعام ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ پیالہ کے کنارے لوکی کے ٹکڑے ڈھونڈھتے تھے۔ پیالہ میں دراصل لوکی کے سالن پر مشتمل ثرید تھی اور اس دن سے حضرت انسؓ کو بھی لوکی پسند آنے لگی۔[130] مسلم کی حدیث میں ہے کہ بنوسلمہ کے ایک شخص نے جزور (اونٹ) ذبح کر کے آپ ﷺ کو گوشت کی دعوت دی۔[131] حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے دعوت کی تو پہلو (جنب) کا گوشت بھون کر کھلایا۔[132] حضرت ام المنذرؓ نے آپ کو حضرت علیؓ کے ساتھ دعوت پر بلایا تو دوال (سوکھی کھجور کا خوشہ) کھلایا۔[133] دعوتوں کا سلسلہ انھیں مثالوں اور تاریخی واقعات پر ختم نہیں ہوتا۔ تلاش کرنے سے مزید مثالیں اور واقعات مل جائیں گے۔

زیارات میں مدارات

ایک سنت نبوی یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ مختلف صحابۂ کرامؓ کے ہاں ان کے گھروں کی وقتاً فوقتاً زیارت بھی کیا کرتے اور جب کسی کے ہاں جاتے تو وہ حتی الوسع آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان زیارتوں کے دوران اکثر و بیشتر صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو اور آپ کے ہمراہ ساتھیوں کی کھانے پینے کی دعوت بھی کیا کرتے تھے۔ ایسی ہی ایک زیارت کے دوران آپ ﷺ کو

کتف (شانہ) کا گوشت پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے برغبت کھایا۔[134] ایک اور زیارت میں کسی نے دودھ پیش کیا اور آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔[135] حضرت ام سلیمؓ کے گھر آپ ﷺ اکثر جایا کرتے تھے اور وہ آپ ﷺ کی ضیافت کیا کرتی تھیں۔ ایک بار انھوں نے کھجور اور گھی پیش کیا مگر آپ ﷺ نے روزہ کے سبب سے اسے قبول نہیں کیا۔[136] ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ کو ذراع (دست) کا گوشت پیش کیا گیا اور آپ ﷺ نے پسندیدگی سے تناول کیا۔[137] روایات کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ جب کبھی قبا تشریف لے جاتے تو حضرت امِ حرامؓ بنتِ ملحان کے گھر ضرور جاتے اور وہاں استراحت فرماتے اور وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلائے بغیر نہیں آنے دیتیں۔[138]

بعض دوسری صحابیاتؓ کے گھروں کی زیارت کے حوالے بھی احادیث میں آتے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت ام عمارہؓ کے گھر جانے اور وہاں لذتِ کام ودہن کرنے سے متعلق ہے۔[139] ترمذی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاریہ کے گھر کی زیارت کی تو انھوں نے بکری ذبح کر کے گوشت کھلایا اور بعد میں کھجوروں (رطب) سے ضیافت کی۔[140] مسلم میں ہے کہ ایک بار نبی اکرم ﷺ حضرت عبداللہؓ بن بسر کے گھر گئے تو انھوں نے کھانے (طعام) دودھ (وطبہ) اور کھجور سے آپ ﷺ کی ضیافت کی۔[141] حضرت سعدؓ بن عبادہ نہ صرف آپ ﷺ کے مختلف مکانات پر آپ کے لیے مستقل خوانِ نعمت بھیجا کرتے تھے[142] بلکہ آپ ﷺ جب بھی ان کے گھر جاتے اور آپ اکثر ان کی زیارت کیا کرتے تھے تو وہ آپ ﷺ کو عمدہ کھانوں سے نوازے بغیر نہیں آنے دیتے تھے۔[143]

بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ کسی اور مقصد سے کسی کے ہاں گئے اور اس نے آپ ﷺ کی مہمان داری کی کہ عرب مہمان نوازی کھلائے پلائے بغیر مہمان وزائر کو اجازتِ رخصت نہیں دیتی تھی، اسی سلسلے میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ پر ان کے والد کے زمانے سے ایک یہودی کا قرضہ چلا آرہا تھا۔ آپ ﷺ یہودی سے مہلت دلانے کے لیے حضرت جابرؓ کے باغِ نخل میں گئے تو صحابی موصوف نے عمدہ کھجوروں (رطب) سے آپ ﷺ کی تواضع کی اور پھر جب فصل آنے پر آپ ﷺ ان کا قرض چکانے اور یہودی قرض خواہ کا حصہ دلانے کے لیے گئے تو بھی آپ ﷺ کی تواضع کی گئی۔ [144] مؤطا، مسلم اور ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ ایک بار حضرات شیخینؓ کے ساتھ آپ ﷺ بھوک سے بیتاب ہوکر نکلے تو تینوں بزرگ باقاعدہ طے کر کے حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان کے گھر کھانے کی غرض سے گئے۔ صحابی مذکور گھر میں نہ تھے مگر ان کے اہل وعیال نے ان اکابر کی خاطر تواضع کی اور جب صاحبِ مکان آئے تو انھوں نے باقاعدہ بکری ذبح کر کے تینوں کی شان دار دعوت کی۔ گوشت کے علاوہ مختلف اقسام کی کھجوریں اور ٹھنڈا پانی بھی ان نعمتوں میں شامل تھا۔ امام مالکؒ کے ہاں جَو (شعیر) کی روٹی بھی مذکور ہے جو اس دعوت میں پیش کی گئی تھی۔ غالبًا یہ واقعہ مدینہ منورہ کے ابتدائی عہد کا ہے اور عین ممکن ہے کہ بعد میں زمانۂ قحط سے اس کا تعلق رہا ہو۔ [145] زیارتوں کے علاوہ اہلِ مدینہ اکثر و بیشتر اپنے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راہ چلتے بھی برکت کے حصول یا محبت و تعلق کے اظہار کے لیے اپنے گھر بلا کر لذتِ کام ودہن کا نظم کرتے تھے۔ ذکر آچکا ہے کہ ایک مسلم کے جنازہ کی تدفین سے واپسی پر آپ ﷺ کو ایک عورت نے کھانا کھلایا

تھا۔ ابوداؤد کی ایک روایت ہے کہ راہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر رہے تھے اور راستہ میں ایک شخص ہانڈی چڑھائے کھانا پکا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کھانا پک گیا؟، اس نے بطیبِ خاطر پیش کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے ایک ٹکڑا نکال کر کھاتے ہوئے مسجد چلے گئے۔ [146] ظاہر ہے کہ ایسے واقعات کی بھی کمی نہیں، تلاش و جستجو سے ان کی بہت سی مثالیں جمع کی جا سکتی ہیں۔

تقریباتِ شادی

عام دعوتوں اور زیارتوں کے علاوہ شادی بیاہ وغیرہ کے مخصوص مواقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکثر و بیشتر دعوتِ طعام و شرب دی جاتی تھی اور اگر کوئی شرعی مصلحت مانع نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دعوت ضرور قبول فرماتے تھے۔ ایسی مخصوص دعوتوں میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت فرمائی۔ روایات میں ایک دلچسپ واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابواسید ساعدیؓ کی شادی ہوئی تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند دوسرے رفقائے کرام کے ساتھ دعوت دی۔ گھر میں میاں بیوی کے سوا اور کوئی خادم نہ تھا لہٰذا نئی نویلی دلہن نے اپنے ہاتھوں سے اپنے رسول کے لیے کھانا پکایا اور پھر خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کی خدمت میں پیش کیا۔ کھانے کے بعد انھوں نے پتھر کے برتن میں تیار کردہ کھجور کی نبیذ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پلائی۔ [147] ایسے ہی ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک فارسی پڑوسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حضرت عائشہؓ کی دعوت کی۔ دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ پڑوسی صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانا چاہتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے لیے بھی پوچھا، اس نے حامی نہ بھری، بالآخر تیسری

باراس نے حضرت عائشہ ؓ کی بھی دعوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تب قبول کی۔[148] اگرچہ شادی بیاہ اور دوسرے خاص مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت کا ذکر ملتا ہے تاہم دعوتِ طعام ولذتِ کام ودہن کا صاف حوالہ نہیں ملتا مگر یہ قرینِ قیاس ہے کہ ایسے بہت سے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا یا مشروب تناول ونوش فرمایا تھا۔

غزوات کے دوران کھانے کا اہتمام

غزوات ومہمات اور اسفار کے دوران عموماً غیر معمولی حالات پیش آتے ہیں اور سامانِ رسد کی فراہمی ایک مشکل مسئلہ بن جاتی ہے۔ بسااوقات اسباب و وسائل کے ہوتے ہوئے بھی زادِ راہ کی فراہمی مشکل یا ناممکن ہوجاتی ہے۔ اس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ ان میں سے رسد کی ترسیل کا انقطاع، جنگی حالات کا ہجوم، حالات کی سنگینی کے ساتھ ساتھ خوراک کی کمی بھی شامل ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر جب خندق کی کھدائی کا اہم اور ہنگامی کام چل رہا تھا تو مختلف اسباب وعوامل نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خندق کھودنے والے صحابۂ کرام کو بھوک کو سہلانے کی غرض سے پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ صحابہ کرام ؓ نے جب بھوک کی شدت کی شکایت کی اور اپنے اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے ایک پتھر کو دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلاشکوہ بطنِ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو سب نے دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ پر دو پتھر بندھے تھے۔[149] ہنگامی حالات اور غزوات وسرایا میں ایسے تنگئ معاش کے واقعات قطعی فطری اور معمولی ہیں مگر وہ تصویر کا ایک رُخ فراہم کرتے ہیں۔ دوسرا رُخ وہ واقعات وحالات پیش کرتے ہیں جن میں صحابہ کرام ؓ نے اپنی گرہ سے اور کبھی اجتماعی

طور سے آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے کھانے کا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ غزوۂ خندق کا دوسرا رُخ وہ تھا جو حضرت جابرؓ کی دعوت کی صورت میں نظر آیا تھا۔ اسی غزوہ کے دوران ایک بار حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے حضرت ام سلیمؓ سے کھانا پکوا کر مسلم فوج کی خاصی بڑی جماعت کے کھانے کا اہتمام کیا تھا اور جس کے نتیجہ میں معجزۂ نبوی ظاہر ہوا اور تقریباً ایک ہزار اصحاب نے لذتِ کام ودہن سے لطف اٹھایا تھا۔ [150] مگر عام حالات میں صحابہؓ کو تھوڑا سا جو (شعیر) نصیب ہوتا اور لوگ عموماً بھوکے رہتے۔ [151]

غزوۂ غابہ کے دوران آپ ﷺ نے ایک گائے ذبح کر کے مسلمانوں کی خوراک کا انتظام کیا تھا۔ [152] حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے سریۂ سیف البحر میں سامانِ رسد کی اتنی کمی ہوگئی تھی کہ ایک دن میں صرف ایک کھجور ملتی تھی اور آخر نوبت بایں جارسید کہ صرف گٹھلی چوستے رہتے تھے۔ سمندر کے کنارے فضلِ الٰہی سے ایک بڑی مچھلی ملی تو تین سو مسلمان فوجیوں کو بھکمری سے نجات ملی۔ [153]

ایک مہم کے دوران آپ ﷺ نے ایک مشرک سے بکری خریدی اور اس کے گوشت سے مسلمانوں کی تواضع کی۔ [154] مرالظہران کے مقام پر ایک مہم کے دوران صحابہ کرامؓ کباث (بیر) چن کر کھا رہے تھے آپ ﷺ نے ان کو ہدایت کی کہ وہ کالے کھائیں کہ وہ زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔ [155]

غزوات کے دوران کھانے کا عام طریقہ یہ تھا کہ سب لوگ اپنا کھانا (ازواد) ایک دسترخوان پر جمع کر کے کھاتے۔ اس میں برکت کا ظہور ہوتا اور سب کا پیٹ بھی بھر جاتا۔ چنانچہ خیبر کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں جس میں آپ ﷺ نے لوگوں سے کھانا جمع کرنے کا حکم دیا اور زیادہ تر ستو (سویق) وغیرہ معمولی کھانا جمع ہوا۔ ستو چاٹ لیا جاتا

اور دوسری چیزیں کھا کر پانی پی لیا جاتا۔[156] حدیبیہ کے موقع پر اور سفر کے دوران متعدد اصحاب نے شکار کا گوشت پیش کیا اور آپ ﷺ نے کبھی تناول فرمایا اور کبھی کسی سبب سے انکار کر دیا۔[157] صلح حدیبیہ کے اختتام پر آپ ﷺ نے جب عمرہ ادا فرمایا تو ابوجہل سے غزوہ بدر میں ملنے والے اونٹ کو جو بہت قیمتی تھا اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اور اس کا گوشت مسلمانوں میں تقسیم کیا۔[158] غزوہ ذی قرد کے دوران حضرت سعدؓ بن عبادہ نے مسلمان سپاہیوں کی خوراک کے لیے کئی اونٹوں پر لاد کر کھجوریں بھیجیں اور دس اونٹ (جزائر) ذبح کیے۔ حضرت سعدؓ اور ان کے فرزند حضرت قیسؓ نے کئی غزوات وسرایا میں اپنی فیاضی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں سپاہیوں کے لیے سامانِ رسد فراہم کیا۔[159]

عام حالات میں خشک رسد جیسے ستو، کھجور وغیرہ ہی آپ ﷺ کا بھی زادِ سفر ہوتا تھا مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مواقع اور حالات کے مطابق کھانا پکانے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔[160] مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ام عطیہؓ نے سات غزوات میں شرکت کی اور مجاہدینِ اسلام کے لیے باقاعدہ کھانا پکاتی رہیں۔[161] غزوۂ خیبر اور فتح مکہ کے مواقع پر کھانا پکانے کے اہتمام کا سراغ ملتا ہے۔[162] اپنے عمروں اور واحد حج کے دوران آپ ﷺ نے قربانی کے گوشت سے اپنے کام و دہن کی تواضع کی اور دوسروں کو بھی اس سے فیضیاب کیا۔[163]

مہمات کے دوران ہدایا صحابہ

مہمات و اسفار کے دوران آپ ﷺ کی شکم سیری کے لیے متعدد صحابہ کرامؓ

کھانے پینے کے ہدایا بھی پیش کیا کرتے تھے۔ ایک مہم کے دوران آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے پہاڑ کی وادی کی طرف تشریف لے گئے اور واپس آئے تو حضرت جابرؓ اور ان کے ساتھی ڈھالوں وغیرہ پر رکھے کھجور کھا رہے تھے، آپ ﷺ کو شرکت کی دعوت دی اور آپ ﷺ نے کھایا۔[164]

حضرت سعدؓ بن عبادہ اور ان کے فرزند حضرت قیسؓ کے سامانِ رسد کی مختلف غزوات میں فراہمی کا حوالہ اوپر آچکا ہے۔ واقدی وغیرہ نے ان کی ہر آن فیاضی اور سخاوت کا ذکر بڑے شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ چنانچہ غزوہ غابہ وغیرہ میں ان کے عطایا کا ذکر مفصل ملتا ہے۔ حدیبیہ کے مبارک سفر کے دوران جب آپ ﷺ ابواء کے مقام پر پہونچے تو حضرت ایماءؓ بن رَحضَہ نے اپنے فرزند حضرت خفافؓ کے ہمراہ آپ ﷺ کی فوج کے لیے چند اونٹ اور سو بکریاں اور دو اونٹوں کے بوجھ کے برابر دودھ بھیجا جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔[165] غزوہ تبوک کے جیشِ عسرت کے لیے متعدد صحابہ کرامؓ نے مال دیا تھا جب کہ حضرت عاصمؓ بن عدی نے نوے وسق کھجور (ثمر) فراہم کی تھی۔ اسی طرح حضرت یامین نضریؓ وغیرہ دوسرے صحابہؓ نے بھی کھجور اور کھانے کی دوسری اشیاء کا صدقہ/ ہدیہ کیا تھا۔[166]

احادیث میں بھی آتا ہے کہ متعدد مسلم وغیر مسلم حضرات وخواتین نے خاص آپ ﷺ کے لیے کھانے کی کوئی شے ہدیہ کی تھی۔ مثلاً حجۃ الوداع میں حضرت اُمّ الفضل نے خاص عرفہ کے دن آپ ﷺ کو دودھ کا ہدیہ بھیجا تھا اور آپ ﷺ نے وہیں اونٹنی پر تشریف رکھتے ہوئے نوش فرمایا تھا۔[167] جبکہ فتح مکہ کے وقت صفوان بن امیہ نے آپ ﷺ کو کھانے اور دودھ کا ہدیہ پیش کیا تھا۔[168] دوسرے غیر مسلموں میں

خیبر کے غزوہ کے دوران ایک یہودیہ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر آلود بکری کا گوشت پیش کرنے کا حوالہ آتا ہے۔ حضرت بشرؓ بن براء اسے کھا کر شہید ہو گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔[169] واقدی وغیرہ کے بیان کے مطابق غزوۂ تبوک کے دوران بنوعریض کے یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہریس پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرما کر تناول کیا اور بعد میں ان کو بطور معاوضہ مفتوحہ علاقہ کی ایک مقررہ مقدار (طُعمہ) ہمیشہ کے لیے عطا کر دی۔[170] ایسی مثالیں مزید تلاش و جستجو سے مل سکتی ہیں۔

غزوات و سرایا میں فوج کشی کے نتیجہ کے طور پر بالعموم اموالِ غنیمت حاصل ہوتے تھے اور ان میں کھانے پینے کی اشیاء بھی شامل ہوتی تھیں۔ اموالِ غنیمت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ پر بحث تو ذرا بعد میں ہوگی اشیاء خورد و نوش کے بارے میں یہاں یہ کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے مطابق وہ مسلمان فوجیوں میں تقسیم کر دی جاتی تھیں بلکہ لوگ خود اپنی ضرورت وطلب بھر لیتے تھے اور ان کے باقاعدہ حصے نہیں لگائے جاتے تھے۔ اس عمومی فائدہ میں ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی حصہ ہوتا تھا۔ ثبوت و تصدیق کے لیے چند مثالیں پیش ہیں۔

غزوۂ خیبر کے پس منظر میں امام بخاریؒ کی کئی روایات ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ اس کے مطابق ان کا بیان ہے کہ صحابہؓ مغازی میں شہد اور انگور وغیرہ پاتے تو کھا لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس باقاعدہ جمع نہ کرتے۔[171] حضرت عبداللہؓ بن مغفل کا بیان ہے کہ اس غزوہ میں ان کو چربی/گھی بھری تھیلی ملی تو جھک کر اٹھانے لگے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متوجہ پا کر چھوڑ دیا۔[172] خیبر میں اربابِ سیر کے مطابق کافی خورد و نوش کا سامان ملا تھا وہ ہر ایک نے اپنی طلب و

پیاس کے بقدر لے لیا۔[173] ابوداؤد کی ایک روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ کی خدمت میں نبیذ پیش کی گئی۔[174] مہمات کے دوران سامانِ رسد کی فراہمی کا ایک ذریعہ خرید وفروخت بھی تھا جس کی کئی مثالیں اوپر گذر چکی ہیں اور متعدد تلاش وجستجو پر مزید مل سکتی ہیں۔

نبوی انتظاماتِ طعام

اب تک جو بحث کی گئی ہے وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہدایا، دعوتوں، اجتماعی کھانوں، میزبانوں کی سخاوت یعنی دوسروں کے سامانِ خوردونوش فراہم کرنے پر مبنی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمام ذرائع جزوی یا وقتی تدارک کے تھے اور پھر دوسروں کی کمائی پر مبنی تھے۔ آخر آپ ﷺ نے اپنی ضروریات اور اپنے اہل وعیال بالخصوص ازواجِ مطہرات کے لیے کیا انتظام کیا تھا؟ ان سب کا گزارہ محض عطایائے غیر پر تھا یا آپ ﷺ نے اکلِ حلال کے لیے کوئی مستقل انتظام بھی کیا تھا؟ ان تمام اور ان جیسے دوسرے متعدد سوالات کا جواب بھی ہماری روایاتِ سیرت وتاریخ اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے۔ ان سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض توکلِ الٰہی، عطائے احباء واصدقاء اور فتوح پر تکیہ نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے خاص وسائل وذرائع سے اپنے اہل وعیال کے لیے سامانِ زیست فراہم کرتے تھے۔ ذیل میں ہم اسی موضوع پر مفصل بحث کرتے ہیں تاکہ معیشتِ نبوی کے اس اہم ترین باب کو بھی روشنی میں لایا جاسکے۔

ماٰخذ میں متعدد روایات ایسی مذکور ہیں جن میں آپ ﷺ کے اپنے گھر میں کھانے

اور مشروب نوش کرنے کی تصریح ملتی ہے۔ یہاں ہم ان مرویات واحادیث کا حوالہ نہیں دیں گے جو معیشتِ نبوی میں عطائے غیر کی حصہ داری دکھاتی ہیں۔ بلکہ ان کو بیان کریں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے وسائل وذرائع کی قطعی تصریح کرتی ہیں یا ان کے قرائن کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بعض ایسی مرویات کا بھی حوالہ آئے گا جن میں نجی وسائل کا اشارہ پایا جاتا ہے اور نہ قرینہ۔ لیکن اس سے قبل ذرا ان روایات کا ذکر جن کی بنیاد پر فقر وفاقہ کو اسلامی زندگی کا آدرش قرار دیا جاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ خانہ (آل) اور ازواجِ مطہرات نے تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ انہی کی ایک اور روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے سفرِ آخرت اختیار کیا مگر جو کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں گیہوں کے کھانے کے تین رات مسلسل کھانے کا حوالہ ہے۔ ام المومنینؓ کی سند سے ایک اور روایت یہ مروی ہے کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دن مسلسل جو کی روٹی نہیں کھائی تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ ایسی اور کئی روایات ہیں اور ان سب مرویات واحادیث کے اور بھی متابعات اور شکلیں ہیں مگر ان سب کا مقصود یہ ہے کہ مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان والوں نے جو یا گیہوں کی روٹی اور سالن وغیرہ نہیں کھایا۔ ظاہر ہے کہ بسا اوقات خاندانِ رسالت پر پیغمبری وقت بھی پڑا تھا اور فقر وفاقہ سے واسطہ بھی۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ فقر وفاقہ ہی کا وہاں ڈیرا نہ تھا۔[175]

جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے گھر میں کھانا اور مشروب تناول کرتے تھے ان میں سے ایک وہ ہے جس کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ربیب اور سوتیلے بیٹے

حضرت عمرؓ بن ابی سلمہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور ان کا ہاتھ پیالے میں ادھر ادھر بھٹک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نصیحت کی کہ بسم اللہ کہہ کر اپنے سامنے سے کھانا کھایا کرو۔ [176]

پردہ کے احکام کے نزول کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کسی ضرورت سے باہر نکلیں۔ وہ لحیم شحیم تھیں اس لیے انھیں پہچاننے میں کوئی زحمت نہیں پیش آتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو پہچان کر ان کے باہر نکلنے پر اعتراض کیا۔ وہ گھر واپس آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کا کھانا کھاتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں شوربہ (عرق) تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عمرؓ کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کام اور ضرورت سے تم لوگ نکل سکتی ہو۔ [177]

مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ کھانا ثرید (روٹی/شوربہ/یا کسی سالن میں توڑ کر) ہوتا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر تناول کرتے تھے۔ [178] بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور اور ککڑی (رطب، قثاء) کھجور اور خربوزہ (رطب، بطیخ) کھایا کرتے تھے۔ [179] ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روٹی کھجور کے ساتھ کھائی۔ [180] دوسری روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ گوشت تناول فرمایا اور بوٹی ہڈی سے چھڑا کر نوش فرمائی۔ [181] حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر والوں (اہل) سے شوربہ (اُدم) مانگا۔ انھوں نے کہا کہ صرف سرکہ موجود ہے، اسی کو منگوایا اور کھانا کھاتے ہوئے فرماتے رہے بہترین شوربہ سرکہ ہوتا ہے۔ صحابی موصوف کی اِس روایت کے دوسرے انداز میں اضافہ ہے کہ سرکہ سے روٹی کا ٹکڑا کھایا۔ ان کی ایک اور روایت ہے کہ ایک دن میں اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا۔

آپ ﷺ گزرے تو مجھے اشارہ کیا اور میں آیا تو آپ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر (بعض ازواج کے حجرے میں) لے گئے۔ میرے لیے اجازت لی جو پردہ کر کے دی گئی۔ آپ ﷺ نے دوپہر/صبح کا کھانا (غداء) مانگا۔ چنانچہ تین ٹکیاں (اقرصہ) لا کر رکھی گئیں اور ان دونوں حضرات نے ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی کی ٹکیاں سرکہ کے ساتھ نوشِ جاں کیں۔[182] واقعۂ تحریم کا سبب آپ ﷺ کا حضرت زینبؓ بنتِ جحش کے گھر میں شہد نوش فرمانے اور اس کی وجہ سے زیادہ دیر ان کے ہاں قیام کرنے کا شاخسانہ تھا۔

ازواجِ مطہراتؓ آپ ﷺ کے لیے کھانے کا ہدیہ ایک دوسرے کے گھر جہاں آپ ﷺ کا قیام ہوتا، بھیجا کرتی تھیں۔ سوتیا چاہ کا ایک دلچسپ اور بشری فطرت کا عکاس واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار آپ ﷺ ایک زوجۂ مطہرہ کے گھر قیام پذیر تھے کہ کسی دوسری ام المومنین نے آپ ﷺ کے لیے خادم کے ہمراہ کھانے کا پیالہ بھیجا۔ زوجۂ محترمہ کو غصہ و غیرت نے پیالہ ہاتھ مار کر گرانے پر مجبور کر دیا۔ پیالہ ٹوٹ گیا۔ آپ ﷺ نے کھانا اٹھالیا اور خادم سے کہا کہ تمھاری ماں نے گڑ بڑ کر دی۔ پھر ٹوٹا پیالہ اسی گھر میں روک لیا اور اس کے بدلہ سالم و ثابت پیالہ واپس کر دیا۔ شارحین و رواۃ نے یہ واقعہ حضرت عائشہؓ کے گھر کا بتایا ہے۔[183] انہی کے بارے میں ایک اور روایت ہے کہ آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کا جھوٹا کھانا کھا لیتے تھے اور پارچہ/پیالہ میں اسی جگہ سے دانت سے کاٹتے یا منہ سے پیتے تھے جہاں سے انھوں نے کھایا پیا ہوتا تھا حالانکہ وہ پاک نہیں ہوتی تھیں۔[184] حضرت عائشہؓ کے پاس آپ ﷺ نے روٹی، سرکہ اور کھجور کھائی۔ وہ آپ ﷺ کو پندرہ بقرعید کے بعد بھی کراع (پائے/بونگ) کھلایا کرتی تھیں۔ دوسری ازواج کا بھی قربانی کے دنوں میں

یہی معمول تھا۔[185]

حضرت میمونہ ؓ کے گھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار بکری کے شانے کا گوشت کھایا اور اپنے ہی کسی گھر میں بکری کا دودھ دوہ کر خود پیا۔[186] مسلم وغیرہ کی روایت ہے کہ ایک بار شوربہ اور گوشت کھایا اور پھر وضو نہیں کیا۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء سے باہر آئے تو کھانا پیش کیا گیا اور بلا وضو کیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تناول فرمالیا۔ انہی کی روایت حضرت ابورافع ؓ کے بارے میں یہ ہے کہ صحابی موصوف جو کہ خادمِ نبوی تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بطن الشاۃ (بکری کا پیٹ/کلیجی وغیرہ) بھونتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھی۔[187] روایت ہے کہ حضرت میمونہ ؓ کے گھر میں دودھ نوش کیا اور حضرت خالد ؓ بن ولید اور حضرت ابن عباس ؓ کو شریک کیا۔ ابن ماجہ وغیرہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ اصحاب کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور سارا کھانا دو لقموں میں چٹ کر گیا۔[188] اسی جیسی ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ کھانے کے لیے تشریف فرما تھے کہ پہلے ایک خادمہ، پھر ایک اعرابی آیا اور دونوں نے بلا بسم اللہ کہے کھانا چاہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے ہاتھ پکڑ لیے اور فرمایا: کھانا بسم اللہ کہہ کر کھایا کرو۔[189] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کھانا (غداء) تناول فرمارہے تھے کہ حضرت انس ؓ بن مالک کعبی آگئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعوتِ طعام دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ کھاتے وقت اگر کوئی آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے شرکت کی ضرور دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ ایک بار حضرت اسماء ؓ بنتِ یزید آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے میں شریک کرنے کے لیے بلایا۔[190] حضرت جابر ؓ کے دو واقعے اوپر گزر چکے ہیں، انہی کی ایک اور روایت ہے کہ گھر میں آپ

ﷺ دباء (لوکی) کا سالن کھا رہے تھے اور آخر میں وہ روایت جو متعدد محدثین نے بیان کی ہے کہ حضرت عائشہؓ اور دوسری ازواجؓ اپنے اپنے گھروں میں آپ ﷺ کے لیے نبیذ بنایا کرتی تھیں۔ [191]

گھر میں کھانا پکانے کی بھی کئی روایات ملتی ہیں۔ ان میں سے دو ایک اوپر بیان بھی ہو چکی ہیں۔ مثلاً حضرت ابو رافعؓ کے بطن الشاۃ (بکری کی کلیجی وغیرہ) بھوننے کا واقعہ۔ ابن ماجہ کی اسنادِ حسن سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ام ایمنؓ نے آپ ﷺ کے لیے آٹا چھان کر پتلی چپاتی (رغیف) پکائی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بتایا کہ ہمارے علاقے کا کھانا ہے جو ہم وہاں بنایا کرتے تھے۔ لہٰذا میرا جی چاہا کہ آپ ﷺ کے لیے بھی چپاتی پکاؤں۔ فرمایا کہ بھوسی آٹے میں ملا کر پھر پکاؤ۔ [192]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی دوسرے علاقوں کی مانند ہر گھر میں روٹی نہیں پکائی جاتی تھی بلکہ محلّے میں سانجھا چولہا/تنور ہوتا تھا جہاں ضرورت مند آ کر روٹیاں پکا لیتے تھے۔ اس مضمون کی آگاہی ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کے مطابق حضرت حارثؓ بن نعمان کی صاحبزادی کا بیان ہے کہ ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور ایک تھا۔ ابن اسحاقؒ نے ان کا پورا نام ام ہشام بنتِ حارثہ النعمانؓ بتایا ہے۔ [193] روایات میں آتا ہے کہ حضرت صفیہؓ بہت عمدہ کھانا پکانا جانتی تھیں اور آپ ﷺ کو ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بہت پسند آتا تھا۔ [194] محدثین کے مطابق حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ جب بھی بکری وغیرہ ذبح کرتے تو اس کے مختلف ٹکڑے/پارچے کر کے اپنی مرحومہ زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں اور رشتہ داروں اور بہنوں وغیرہ کے لیے ضرور بھیجا کرتے تھے اور غالباً کبھی پکا ہوا کھانا بھی ضرور بھیجتے ہوں گے۔ [195] اس قسم کی بعض اور روایات اور قرائن کا حوالہ آئندہ بھی

آئے گا۔

صحابہؓ کی نبوی دعوت و پرورش

محدثین وارباب سیر کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھے اگر آپ ہدایا اور تحفے قبول کرتے تو خود بھی کسی سے پیچھے رہنا پسند نہ فرماتے تھے۔ [196]

یہاں دو نکتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

ایک یہ کہ ہدایائے طعام کا قبول کرنے کے بارے میں جو روایات اوپر مذکور ہوئی ہیں ان سے یہ تاثر قطعی ہرگز نہ لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاش کا انحصار ان ہی عطایا پر تھا۔ یہ خلافِ حقیقت تاثر ہوگا کیوں کہ تصویر کا دوسرا رخ ابھی پیش کرنا باقی ہے۔

دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر و فاقہ دراصل قناعت و توکل تھا اور وہ اختیاری تھا نہ کہ اضطراری۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جود وسخا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنگئ معاش کا سبب تھا۔ یہ امت اور اس کے مجبور ومعذور افراد کے حوائج وضروریات پوری کرنے کی تمنائے دلی تھی جو نانِ شبینہ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خاندان کو محروم کر دیا کرتی تھی۔ خورد و نوش پر مشتمل و متعلق عطایائے نبوی میں سے کئی کا ذکر اوپر کسی نہ کسی حوالے سے آچکا ہے۔ بعض اور واقعات کا اس مخصوص باب کے تحت ذکر کیا جاتا ہے۔

کئی روایات میں آتا ہے کہ اصحابِ صفہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایت خاص تھی۔ کیوں کہ ان کی زندگی تنگدستی اور عسرت کی زندگی تھی اور مختلف اسباب سے وہ محرومِ غذا رہتے تھے یا کم لطف اندوز ہو پاتے تھے۔

بلاذری کی ایک روایت ہے کہ ایک بار ان میں سے بیس اصحاب کو اپنے گھر لائے اور ان کو روٹی کے ٹکڑے دودھ میں ملا کر ثرید بنا کر کھلائی۔ ایک بار حضرت ابو ہریرہ اور ان کے بعض دوسرے صفّہ کے ساتھیوں کو بلا کر خالص دودھ پلایا۔ ایک مرتبہ صرف ابو ہریرہ کو اپنے ڈیرے (رحل) پر لے جا کر دودھ سے ضیافت کی۔ [197] امام مالک کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ معمولاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر دوپہر/صبح کا کھانا (غداء) کھایا کرتے تھے۔ اس کا دل چسپ واقعہ یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد پہنچے اور ایک شخص کو قُل ھو اللہ احد پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "واجب ہوگئی۔" انھوں نے دریافت کیا: "کیا چیز یارسول اللہ؟" فرمایا: "جنت"۔ حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں نے چاہا کہ جا کر اس شخص کو بشارت دے دوں۔ پھر مجھے خدشہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غداء (دوپہر کے کھانے) کا موقع نہ جاتا رہے لہٰذا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غداء کو ترجیح دی اور پھر جب اس آدمی کی تلاش میں گیا تو وہ جا چکا تھا۔ [198]

بسملہ کے بغیر کھانا کھانے کی جو روایات اعرابی و عورت کے بارے میں اوپر آئی ہیں ان میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس دسترخوان پر حضرت حذیفہ وغیرہ کئی اصحاب تھے۔ اسی طرح حضرت سمرہ بن جندب نے بھی کئی اصحاب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کھانا کھایا تھا۔ [199] ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابِ صفّہ کے کئی حضرات کو حضرت عائشہ کے حجرے میں خشیشہ نامی کھانا کھلایا تھا۔ [200] ایک حدیث میں ہے کہ حضرت مقداد اور ان کے دو بھوکے ساتھیوں کے لیے تین اونٹنیوں کا دودھ مخصوص کر دیا تھا اور وہ تینوں ان سے شکم پری کیا کرتے

تھے۔ [201] اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاں آنے والوں/ زائروں اور حاجت مندوں کو بھی کھانے پینے کے ہدیے سے نوازا کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرات عبادؓ بن بشر اور اسیدؓ بن حضیر ایک دینی وفقہی مسئلہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث کے بعد اپنے گمان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کر کے مجلسِ نبوی سے روانہ ہوئے تو پیچھے پیچھے دودھ کا ہدیۂ نبوی ان کو ملا اور اس کو نوش کر کے انھوں نے جانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض نہ تھے۔ [202] گھر میں ایک بار کھجوروں کی مقدار کم رہ گئی تھی مگر ضرورت مند صحابہ کرامؓ میں اس مقدارِ قلیل کو بھی سخی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کر دیا۔ [203] نبوی ہدایائے طعام وشراب کی اگر مکمل شرح وتفصیل کی جائے تو خاصا بڑا دفتر جمع کیا جا سکتا ہے۔

وفود کی ضیافتِ نبوی

سنتِ نبوی تھی کہ مقامی مہمانوں، قریب و دور کے صحابہ اور اہلِ مدینہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر سے آنے والے تمام وفود اور ان کے اراکین کی مہمانداری کیا کرتے تھے اور اس کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ باقاعدہ نگراں افسر مقرر کیے گئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام گھروں کے لیے نہ صرف سودا سلف لاتے تھے بلکہ ان کے وسائل و ذرائع کا انتظام بھی کیا کرتے تھے اور اسی طرح وفود کی ضیافت نہ صرف ان کی ذمہ داری تھی بلکہ اس کے لیے سامان کی فراہمی اور اس کے وسائل کا انصرام بھی انھیں کا فریضہ تھا۔

اس ضمن میں دو عام ذرائع ہمارے علم میں آتے ہیں:

اول یہ کہ حضرت بلالؓ حوائج وضروریاتِ نبوی کے لیے چاندی وغیرہ پر مشتمل ایک

رقم ہمیشہ اپنے پاس رکھا کرتے تھے۔

دوم یہ کہ اشیاء ضرورت اور اسلحہ وغیرہ رہن رکھ کر سامانِ خورد و نوش فراہم کیا کرتے تھے۔[204] چنانچہ اسی سلسلۂ واقعات کی ایک کڑی وہ حدیث ہے جس کے مطابق آپ نے آخری زمانۂ حیات میں اپنی ایک زرہ ایک یہودی کے ہاں رہن رکھ کر جو (شعیر) اور پگھلی ہوئی گرم چربی (اھالۃ سخنۃ) ادھار لی تھی۔[205] اس طریقۂ فراہمی کی بعض اور مثالیں بعد میں بھی آئیں گی۔ یہاں ضمناً اس کا ذکر آ گیا۔

بات ہو رہی تھی وفودِ عرب اور مہمانوں کی ضیافت کی۔ امام مالکؒ وغیرہ کی روایت ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک کافر مہمان ایسا آیا کہ اس نے یکے بعد دیگرے سات بکریوں کا دودھ پی لیا تب سیراب ہوا۔ پھر صبح کو وہ اسلام لایا اور اب اس کو دودھ پلایا گیا تو دوسری بکری کا پورا دودھ بھی نہ پی سکا۔ اسی پس منظر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ کافر سات آنتوں میں پیتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔[206]

مسلم کے مطابق حضرت عبداللہ بن سرجسؓ نے اپنی ایک زیارت کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس کی ثرید کھائی۔[207] ابوداؤد میں حضرت لقیطؓ بن صبرہ کی عینی شہادت ہے کہ بنو المنتفق کے وفد میں جب ہم لوگ مدینہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں تشریف فرما نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ہمارے لیے خزیرہ (گوشت آٹا پانی میں ملا کر) بنانے کا حکم دیا اور جب وہ بن گیا تو اس کے ساتھ بڑے طبق میں کھجوریں بھی پیش کی گئیں۔ ہم نے خوب کھایا۔ بعد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے کھانے پینے کا پوچھا اور انھوں نے سارا ماجرا بتایا۔ اسی دوران کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے ایک چرواہا اپنی بکریوں

کا ریوڑ لے کر نکلا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ایک بکری ذبح کروائی اور ظاہر ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمانوں کی ضیافت ہی کے لیے تھی۔ [208] حضرت حکمؓ بن حزن کلفی کی روایت ہے کہ میں اپنی قوم کے وفد میں سات/نو آدمیوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کی خاطر تواضع کھجوروں سے کی۔ [209] ابن سعد اور دوسرے سیرت نگاروں نے وفود عرب کی ضیافتِ نبوی کے باب میں خاصی معلومات فراہم کی ہیں۔ [210] اور ان سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مہمانوں اور زائروں کی ضیافت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری تھی جسے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وسائل سے اور کبھی صحابۂ کرامؓ کے ذرائع سے انجام دیا کرتے تھے۔

سامانِ زیست کی نبوی خرید

سامانِ زیست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقد بھی خرید فرمایا ہے اور بطورِ قرض بھی۔ قرض کی ادائیگی جنس کی جنس کے ذریعہ یا جنس کی مال/نقد کے ذریعہ ہوئی ہے۔ ایک یہودی کے ہاں زرہ رہن رکھ کر سامان خورد ونوش کی خریداری کا ذکر آچکا ہے اور وفودِ عرب کی مہمان داری کے ضمن میں نقد و اُدھار خریداری کے بعض واقعات کا بھی۔ اسی ذریعے کے بارے میں چند اور مثالیں پیش ہیں۔

امام ابوداوُدؒ نے حضرت سہلؓ بن سعد کی سند سے ایک بہت دل چسپ حدیث یہ بیان کی ہے کہ حضرت علیؓ ایک بار جب گھر آئے تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو روتے دیکھا۔ حضرت فاطمہؓ سے دریافت کیا تو سبب بھوک نکلا۔ حضرت علیؓ بازار آئے تو ایک دینار پڑا پایا۔ وہ حضرت فاطمہؓ کے مشورے سے ایک یہودی سے آٹا خرید لائے۔

یہودی نے آپ کے لحاظ میں دینار بھی واپس کر دیا اور آٹا بھی دے دیا۔ پھر حضرت فاطمہؓ نے ایک جزّار (گوشت والے) سے ایک درہم کا گوشت منگوایا۔ حضرت علیؓ نے دینار ایک درہم میں رہن رکھ کر گوشت لے لیا۔ حضرت فاطمہؓ نے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی اور ہانڈی میں گوشت پکایا اور اپنے والد محترم کو بھی کھانے پر بلایا اور دینار و درہم اور ساری خرید کا قصہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر کھانے کو کہا۔ وہ سب کھا ہی رہے تھے کہ ایک غلام کو اپنے کھوئے ہوئے دینار کو واپس کرنے کے لیے پانے والے کو اللہ کی قسم دلاتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا تو اس نے بتایا کہ دینار اس سے بازار میں گر گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا کہ جزار (گوشت والے) کے پاس جا کر کہیں کہ وہ دینار واپس کر دے اور اس کا درہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ ہے۔ اس نے واپس کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دینار غلام کے حوالہ کر دیا۔ روایت میں بس اتنا آیا ہے۔[211] ظاہر ہے کہ وہ درہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد میں ادا کیا تھا۔

ایک اور یہودی کا واقعہ لباس کی خریداری کے ذیل میں ملتا ہے اور پہلے شریف یہودی کے رویہ کے برعکس ہے۔ ترمذی میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف دو قطری موٹے کپڑے تھے جنھیں مسلسل پہنے رہتے اور جب بیٹھتے تو پسینہ نکلتا اور وہ بھاری ہو جاتے۔ ایک یہودی تاجر کے پاس اسی دوران شامی بز (کتاں/سوتی) کپڑا آیا تو حضرت عائشہؓ نے اس سے ایک جوڑا ادھار خرید نے کا مشورہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدمی بھیج کر منگوایا تو اس بدبخت نے کہا: "میں جانتا ہوں کہ آپ میرا مال یا میرے دراہم ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جھوٹا ہے، خوب جانتا ہے کہ میں لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور سب سے زیادہ امانت ادا کرنے والا ہوں۔" [212] خریداری کے ذریعہ سامانِ زیست کی فراہمی کے بعض واقعات آگے آ رہے ہیں۔

نبوی ولیمے اور دعوتیں

اگرچہ سامانِ خورد و نوش اور دوسری اشیائے ضرورت کی فراہمی کا ذریعہ و وسیلہ کا صراحتاً ذکر نہیں ملتا تاہم یہ یقینی ہے کہ وہ آپ کی جیب خاص سے ہی آتا تھا۔ اس باب میں ہم ان واقعات اور مثالوں کو بیان کر رہے ہیں جن کا تعلق مخصوص تیوہاروں یا شادی غمی کے کھانوں سے ہے۔ سب سے پہلے ازواجِ مطہرات ؓ سے شادی کی تقاریب اور ان کے ولیمے کی دعوتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ازواجِ مطہرات ؓ کی شادی پر ولیمہ کیا تھا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہو" اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حکم کے خلاف نہیں کر سکتے تھے۔ [213] اس عمومی تبصرہ کے بعد چند ولیموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

متعدد محدثین و اربابِ سیرت نے حضرت زینب ؓ بنت جحش کی شادی کے ولیمہ کا بوجوہ خاص ذکر کیا ہے۔ ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہمانوں کو ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا۔ ان کے ولیمہ پر حضرت ام سلیم ؓ نے بھی کھانا پکا کر بھیجا تھا وہ الگ تھا۔ حضرت انس ؓ وغیرہ کا بیان ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری ذبح کی تھی۔ [214] حضرت صفیہ ؓ کی شادی کے ولیمہ میں گھی، ستو اور کھجور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہمانوں کی ضیافت کی تھی۔ [215] بلاذری کا بیان ہے کہ حضرت ام سلمہ ؓ سے شادی

پر آپ ﷺ نے بیت المساکین میں جو کھانا ولیمے میں کھلایا تھا وہ جو اور گھی وغیرہ پر مشتمل تھا۔[216]

اسی طرح خوشی کے دوسرے مواقع جیسے عقیقہ وغیرہ پر بھی آپ ﷺ نے قربانی کی۔مثلاً حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ پر آپ ﷺ نے نہ صرف بکری کی قربانی کی بلکہ ان کے مونڈن پر بالوں کے برابر چاندی بھی صدقہ کی۔[217] یہی معمول وسنت نبوی آپ ﷺ کی اولاد بالخصوص حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھی جن کے بارے میں صراحت ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے بکرا/مینڈھا (کبش) ذبح کیا تھا۔آپ ﷺ کی مولاۃ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو فرزند کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو آپ ﷺ نے ان کو ایک غلام عطا کیا اور ان کے عقیقہ میں قربانی کے علاوہ بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔[218]

سنت نبوی تھی کہ عید الاضحیٰ میں آپ ﷺ اپنی طرف سے اور اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے قربانی کرتے تھے اور اس کا گوشت غریبوں،عزیزوں اور محلہ والوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔یہی سنتِ نبوی چاروں عمروں اور اکلوتے مدنی حج کی قربانی کے ضمن میں تھی۔ایسے مواقع پر آپ ﷺ نے ایک سے زائد جانور قربان کیے تھے۔ازواجِ مطہرات کی طرف سے ایک گائے ذبح کیے جانے کا حوالہ آتا ہے۔[219]

بسا اوقات آپ ﷺ کسی سفر/غزوہ سے مدینہ واپسی پر ایک یا زیادہ جانوروں کو ذبح کرکے اپنے اہلِ خانہ اور دوستوں عزیزوں کی ضیافت کرتے تھے یا ان کو گوشت بھیجا کرتے تھے۔[220] شادی وخوشی کی تقاریب کے علاوہ بعض غمی کے مواقع پر بھی آپ ﷺ نے یا آپ ﷺ کے اہل خانہ نے کھانا پکوا کر غم زدوں کی دل جوئی کی

اور مہمانوں کو کھلایا تھا۔ دو ایک مثالیں پیش ہیں۔

غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو ان کے گھر والوں کو غم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غمی کے موقع پر اپنے اہل خانہ سے غمزدوں کے لیے کھانا پکوا کر بھیجا۔[221] بلاذری کی ایک کمزور روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے اپنے بھائی ولیدؓ کی دیارِ غیر میں مرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لی کہ ان کا ماتم کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بعد انھوں نے عورتوں کو جمع کیا اور ان کے لیے کھانا پکایا۔[222] شادی و غمی کی ایسی تقاریب اور ان پر نبوی اخراجات کی اور بھی مثالیں ملتی ہیں لیکن ان سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

اموالِ ازواجِ مطہراتؓ

نبوی اخراجات و مصارف کا ایک ذریعہ ازواجِ مطہراتؓ کا مال بھی تھا۔ تقریباً تمام ازواج مطہراتؓ ہی بہترین اور مالی لحاظ سے آسودہ خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں، ان کے والدین اور بھائی بہن دولت مند اور صاحبِ حیثیت تھے جن سے ان کو ہدایا اور تحفوں کے علاوہ کبھی کبھی مال و جنس بھی ملا کرتی تھی۔ بعض ازواجِ مطہراتؓ کو اپنے والدین یا سابق شوہروں کا ترکہ بھی ملا تھا اور وہ جائیداد و آراضی پر مشتمل تھا جن کی مستقل آمدنی یا پیداوار تھی۔[223] مثلاً حضرت ام سلمہؓ کو اپنی خاندانی جائیداد سے جو طائف میں باغوں پر مشتمل تھی، مدینہ منورہ کے قیام کے زمانے میں برابر ان کی پیداوار پہنچا کرتی تھی۔ اس میں سب سے پسندیدہ شے شہد تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت مرغوب تھی اور حضرت ام سلمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اسے بچا بچا کر رکھتی تھیں۔[224] اور پر ازواجِ

مطہرات کے آپ ﷺ کے لیے حضرت عائشہؓ کے گھر ہدیۂ طعام بھیجنے کا حوالہ آچکا ہے۔ یہاں صرف حوالہ دینا کافی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اموال نے مکی زندگی میں آپ ﷺ کی قومی معاشی تنگ دستی کو دور کرنے میں کافی حصہ لیا تھا۔[225]

حضرت ام حبیبہؓ نجاشیٔ حبشہ کے پاس سے آپ ﷺ کے لیے تحفے اور نذرانے کے علاوہ مہر کی رقم بھی وصول کر کے لائیں تھیں۔[226] اسی طرح حضرت ماریہ قبطیہؓ بھی مقوقسِ مصر سے کافی ہدایا اور تحفے بشکلِ نقد وجنس لے کر آئی تھیں۔[227] ظاہر ہے یہ وسیلۂ حیات کچھ ایسا زیادہ مستقل اور اہم نہیں تھا تاہم آپ ﷺ کی معاشی زندگی میں اس کے کردار وحصہ سے یکسر انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے بسا اوقات آپ ﷺ کے لیے کافی آسانی فراہم کی تھی یا کم از کم متعدد مواقع پر آپ ﷺ کو مسرت و شادمانی اور طیبِ خاطر کی دولت سے لطف اندوز کیا تھا۔

مویشی پالنا

روزی روٹی کی فراہمی کے مستقل ذرائع میں سب سے اہم ذریعہ غالبًا دودھاری جانوروں کا پالنا تھا جن کی موجودگی میں دو وقت پیٹ بھرنے اور بھوک کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی سبیل نکلتی تھی۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کا بیان ہے کہ بیس سالہ رفاقتِ نبوی میں آپ ﷺ کا بیشتر کھانا پانی اور ستو تھا جبکہ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ ہمارا اور آپ ﷺ کا اکثر کھانا دودھ پر مشتمل ہوتا تھا۔[228] یہ دونوں بیانات اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ احادیث وسیرت وتاریخ کے مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مدنی زندگی کی ابتدا ہی سے دودھاری جانوروں بالخصوص عمدہ اونٹنیوں کو باقاعدہ پالا تھا اور ان

کو کئی مقامات پر باڑوں میں رکھا تھا۔ ان کی دیکھ بھال کے لیے باقاعدہ چرواہے رکھے تھے اور ان کے چارہ کی فراہمی کے لیے چراگاہیں مخصوص کی تھیں۔

بلاذری کا بیان ہے کہ زاویہ کی چراگاہ میں آپ ﷺ کی کئی اونٹنیاں (لقائح) تھیں اور آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات رض میں سے ہر ایک کو الگ الگ اونٹنی عطا کر رکھی تھی۔ حضرت ام سلمہ رض کی اونٹنی کا نام ''العریس'' تھا جبکہ حضرت عائشہ رض کے لیے مخصوص کی گئی اونٹنی کا نام "السمراء" تھا۔ اول الذکر فرماتی تھیں کہ ہمارے لیے ضرورت بھر دودھ ان سے مل جاتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد دس تھی۔ بلاذری نے ان کے ذریعہ حصول کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کے مطابق ان میں سے تین حضرت سعد بن عبادہ رض نے بنو عقیل کی اونٹنیوں میں سے خرید کر آپ ﷺ کو ہدیہ کی تھیں۔ وہ جمار کی چراگاہ میں چرا کرتی تھیں جبکہ بقیہ سات جن کے اپنے مخصوص نام تھے جیسے الحنّا، السعدیہ، البغوم، الیسیرۃ وغیرہ۔ وہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر قبا کے قریب ذوالجدر میں رہتی اور چرتی تھیں۔ بعض مدنی اہل علم کا خیال ہے کہ ان میں سے البغوم نامی اونٹنی آپ ﷺ نے حضرت سودہ رض کو عنایت کی تھی ایک اور روایت کے مطابق حضرت سعد بن عبادہ رض نے صرف ایک اونٹنی ہدیہ کی تھی جس کا نام مہرۃ تھا اور جو بنو عقیل کے جانوروں میں سے خریدی گئی تھی۔ آپ ﷺ کی خرید کردہ اونٹنیوں کے نام ''الریاء'' اور ''الشقراء'' تھے۔ وہ سب دو دھاری (غزر) تھیں اور ان کا دودھ روزانہ دوہ کر ہر رات دو بڑی مشکوں میں آپ ﷺ کے لیے لایا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباس رض کی سند پر مروی ہے کہ آپ ﷺ کی سات اونٹنیاں (اعنز) تھیں جن کو حضرت ام ایمن رض چرایا کرتی تھیں۔ محمد بن عبداللہ بن حصین کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اونٹنیاں احد میں چرائی جاتی تھیں اور ہر شام اپنے باڑے میں لائی جاتی تھیں جہاں وہ رات گزارتی تھیں۔ ان اونٹنیوں کے نام تھے: عجوۃ، زمزم، سُقیا، برکۃ، ورسۃ، اطراف اور اطلال۔

حضرت ام سلمہؓ کی باندی/آزاد کردہ/آزاد مولاۃ کا بھی یہی بیان ہے کہ آپؐ کی سات دودھاری اونٹنیاں تھیں، چرواہا ان کو چرانے کے لیے کبھی الجماء لے جاتا اور کبھی احد اور شام کو ہمارے پاس واپس لاتا۔ ذوالجدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو اونٹنیاں تھیں ان کا دودھ رات میں لایا جاتا تھا اور غابہ کی اونٹنیوں کا دودھ بھی رات ہی میں آتا تھا۔ ہمارا زیادہ تر کھانا (عیش) اونٹ اور غنم (بکری بھیڑ وغیرہ) کے دودھ ہی پر مشتمل ہوتا تھا۔

بلاذری ہی کی ایک اور روایت ہے جس کے مطابق حضرت ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بردۃ نامی اونٹنی ہدیہ کی تھی۔ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے اونٹنیوں میں اس سے زیادہ خوب صورت اور دودھاری نہیں دیکھی۔ وہ دو اونٹنیوں کے برابر دودھ دیتی تھی۔ کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کے لیے اسے صبح وشام دونوں وقت دوہا جاتا تھا۔ مؤرخِ موصوف کی ایک اور روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کے علاوہ غنم (بھیڑ بکریوں) کا ایک ریوڑ بھی تھا جن کے دودھ پر حضرت ماریہ قبطیہؓ اور ان کے فرزند گرامی حضرت ابراہیمؓ کی پرورش و پرداخت ہوتی تھی۔ دودھاری جانوروں کے بارے میں بلاذری کے بیانات کی تصدیق واقدی وغیرہ دوسرے مورخین و ارباب سیرت سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً واقدی نے ۶ھ کے واقعات اور غارت گروں کے حملے کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ دشمنوں نے ذوالجدر کی چراہ گاہ پر حملہ کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پندرہ دودھاری اونٹنیاں

بھگا لے گئے تھے جنھیں بعد میں تعاقب کرکے ان کے قبضے سے چھڑا لیا گیا تھا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ غزوہ ذوقرد ۶ ھ میں عینیہ بن حصن فرازی نے غابہ میں رہنے والی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں پر حملہ کیا اور انہیں اپنے ساتھ لے گیا تھا اور ان کے چرواہے کو جو دوسری روایات کے مطابق حضرت ابو ذرؓ غفاری کے فرزند تھے، قتل کر دیا تھا اور ان کی اہلیہ کو بھی اٹھا لے گیا تھا۔ حضرت سلمہؓ بن الاکوع کی بہادری اور آپ کا بروقت تعاقب نے بعض اونٹنیوں کو واپس لے لینے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ غفاری عورت بھی بچ کر آ گئی تھیں۔ دوسری روایات سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دودھاری مویشیوں اور ان کے دودھ کے مستقل غذا کے طور پر استعمال کرنے کا علم ہوتا ہے۔ [229]

اموالِ غنیمت

نبوی معاشی وسائل و ذرائع میں ایک اہم ترین اور وسیع ترین ذریعہ و وسیلہ جہاد اسلامی کے نتیجے میں حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت (غنائم) تھے۔ وہ دو قسم کے تھے: اول منقولہ اموال و اسباب اور دوم غیر منقولہ جائداد و آراضی۔ ان دونوں وسائل کی دستیابی سے نہ صرف معیشتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتری پیدا ہوئی تھی بلکہ مدینۂ منورہ کے مسلمانوں کی بالخصوص اور دوسرے مجاہدین کی بالعموم معاشی حالت سدھری تھی۔ عام طور سے اس وسیلۂ معاش پر اتنا زیادہ اور ناجائز زور دیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا تمام وسائل و ذرائع اور کچھ دوسرے بھی یکسر نظر انداز کر دیے جاتے ہیں اور ان کی اصل اقتصادی اہمیت اور مدنی معیشت میں ان کی صحیح کارفرمائی بھلا دی جاتی ہے۔ اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ کہیں اور لکھا جا چکا ہے۔ [230] یہاں اس کی طرف ایک

ضروری انتباہی اشارہ کر کے معاشِ نبوی میں غنائم کے اصلی کردار اور متناسب حصۂ رسدی پر بحث کی جارہی ہے۔

غنائم میں حاصل ہونے والے اموال و اسبابِ منقولہ میں کھانے پینے کا سامان، روزمرّہ ضرورت کا اسباب، پہننے پچھانے اور اوڑھنے کے کپڑے، نقد میں سونا چاندی یا اس کی بنی ہوئی اشیاء اور مختلف تجارتی سامان اور بہت سا دوسرا اسباب مسلمان مجاہدین کے ہاتھ لگتا تھا۔ اسلامی اصولِ تقسیم کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصورت شرکتِ جہاد ایک مجاہد کے حصۂ رسدی کے علاوہ صفی کا حق تھا، اور ریاست و معاشرۂ اسلامی کے سربراہ کی حیثیت سے خمس یعنی اموالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ملتا تھا۔ خمس کو آپ ﷺ تین حصوں میں پھر منقسم فرماتے تھے اور ان میں سے ایک حصہ آپ ﷺ کے اہل وعیال کی ضروریات کے لیے مخصوص تھا، دوسرا آپ ﷺ کے خاندان بنوعبدالمطلب و بنوہاشم کے لیے اور تیسرا عام غریب مسلمانوں اور اسلامی ریاست کے باشندوں پر صرف ہوتا تھا۔[231] غنیمت میں ملنے والے سامان خورد ونوش کے بارے میں اوپر حوالہ آچکا ہے کہ وہ اکثر و بیشتر مجاہدین کی ضروریات پر بلا تقسیم کیے ہوئے صرف ہوجاتا تھا تاہم یہ قیاس عین قرین صواب ہے کہ مجاہدین اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لذتِ کام و دہن کے لیے اس میں سے کچھ ضرور لاتے ہوں گے اور مقدار کے زیادہ ہونے کی صورت میں اس کی تقسیم بھی عمل میں آتی ہوگی۔

سریہ نخلہ (رجب ۲ھ/جنوری ۶۲۴ء) میں جو مالِ غنیمت ملا اس میں کچھ شراب کے مشکیزے (خمر) سوکھی کھجوریں (زبیب) اور کھالیں (ادم) اور قریش کا تجارتی سامان شامل تھا۔[232] غزوۂ بدر (۱۷رمضان ۲ھ/ ۲۴ مارچ ۶۲۴ء) میں مختلف قسم کے

اسلحہ کے علاوہ ایک سو پچاس اونٹ (بعیر) دس گھوڑے، کچھ سامان ضرورت (متاع) کپڑے (ثیاب) چٹائیاں (انطاع) اور تجارتی کھالیں شامل تھیں۔ اسیرانِ بدر سے مجاہدین کو زرِ فدیہ کی شکل میں خاصی آمدنی ہوئی تھی۔[233] غزوۂ بنی قینقاع میں اسلحہ اور اوزارِ زرگری ہی منقولہ اموالِ غنیمت میں شامل تھے اور سامانِ خورد و نوش یا اسباب ضرورت کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ غزوۂ بدر میں آپ کی صفی مشہور تلوار ذوالفقار پر اور مجاہدانہ حصہ رسدی ابوجہل کے قیمتی اونٹ (جمل) پر مشتمل تھا جبکہ غزوۂ بنی قینقاع میں آپ ﷺ کی صفی تین کمانوں، تین نیزوں اور تین تلواروں کے علاوہ دو زرہ بکتروں پر مشتمل تھی۔ البتہ اس غزوہ میں غیر منقولہ جائداد جو بنوقینقاع کی دکانوں اور مکانوں اور شاید کچھ زرعی زمینوں پر مشتمل تھی، مسلمانوں کے قبضے میں آئی تھی اور عام روایات کے تحت وہ آپ ﷺ کی فے آراضی تھی جو امتِ مسلمہ کی ضروریات کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے حوائج کے لیے مخصوص تھی۔ آپ ﷺ نے جسے چاہا اسے عطا کر دیا۔ اس میں آپ ﷺ کے اپنے حصہ کا پتا نہیں چلتا۔[234] غزوۂ سویق میں ستو (سویق) کے تھیلے ملے تھے اور ان میں سے آپ ﷺ کا حصۂ رسدی رہا ہوگا۔[235]

تیسرے برس کی کل مہمات میں سے صرف تین میں اموال غنیمت حاصل ہوئے۔ غزوۃ الکدر میں پانچ سو اونٹ ملے تھے۔[236] حضرت زیدؓ بن حارثہ کے سریہ القردہ میں قریشی کارواں سے چاندی کثیر مقدار میں ملی تھی۔[237] اور غزوۂ احد میں جو کچھ ملا تھا وہ کھو گیا یا پانے والوں کو مل گیا تھا۔ آپ ﷺ کے حصے میں زخموں کے سوا اور کچھ نہ آیا تھا۔[238] پہلی دو مہموں میں آپ ﷺ کو خمس، صفی کی صورت میں حصہ ملا تھا اور غزوۂ مذکورہ میں مجاہد کا حصۂ رسدی بھی۔ سریۂ قطن میں آپ ﷺ کو صفی اور خمس ملا تھا

جو اونٹوں پر مشتمل تھا اور ان کی کل تعداد کافی تھی مگر وہ ایک دو کے سوا باقی مسلمانوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ کچھ غلام بھی ہاتھ لگے تھے۔ [239] غزوہ بنی النضیر میں ہتھیاروں کے علاوہ آراضی ملی تھی۔ ہتھیاروں میں پچاس زرہ بکتر، پچاس آہنی خود اور تین سو چالیس تلواریں شامل تھیں۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجاہد کا حصہ خمس اور صفی ملی تھی۔ مالِ بنی النضیر بھی فے آراضی میں شامل تھا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا حصہ بھی تھا مگر وہ بہ شکلِ آراضی کم اور بہ شکل پیداوار زیادہ تھا۔ کھجور، اناج، شہد اور سبزی وغیرہ اس میں شامل تھی۔

ان میں سے جن لوگوں کو عطایائے نبوی ملے تھے وہ روایات کے مطابق ان کی سال بھر کی ضروریات کے لیے کافی ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ضروریات بھی ان سے پوری ہوتی تھیں یا نہیں اور پوری ہوتی تھیں تو کس قدر، اس کا تصفیہ کرنا خاصا مشکل ہے۔ روایات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کسی نہ کسی حد تک متمتع ہوتے تھے۔ [240] غزوۃ الجندل میں صرف چند مویشی ملے تھے البتہ غزوۂ مریسیع میں بنو المصطلق سے دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بھیڑ بکریاں، خاصی تعداد میں ہتھیار، مال واسباب اور کچھ قیدی ہاتھ لگے تھے۔ [241] غزوۂ بنی قریظہ سے نقد وجنس میں مال واسباب اور زرعی اور رہائشی جائدادیں ملی تھیں۔ ہتھیاروں میں پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہ بکتر، دو ہزار نیزے اور پندرہ سو آہنی اور پارچہ جاتی ڈھالیں شامل تھیں۔ ایک روایت کے مطابق حصۂ مجاہد کی مالیت کل پینتالیس دینار تھی۔ اس کے علاوہ آپ کو خمس اور صفی بھی ملی تھی۔ [242] چھٹے برس کی سرایا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خمس اور صفی ہی ملے جو زیادہ تر مویشیوں، بھیڑ بکریوں اور اونٹوں پر مشتمل تھے۔ صفی کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خمس میں

تقریباً چودہ ہزار درہم کی مالیت ملی تھی جو آپ ﷺ اپنے علاوہ مسلمانوں پر خرچ کرتے تھے۔ [243] غزوۂ خیبر میں نقد و جنس میں کافی مال ملا تھا۔ اس میں ہتھیاروں کی کافی بڑی تعداد شامل تھی۔ سامانِ رسد میں جو، گھی/مکھن، شہد، تیل/روغن، پکا ہوا کھانا اور سامانِ ضرورت میں (اثاث/متاع) چمڑے کی چٹائیاں (ادم) مختلف قسم کی، کافی مقدار میں کپڑے شامل تھے۔ نقد اموال میں طلائی و نقرئی سکے، زیورات اور مدفون دفینے شامل تھے۔ آپ ﷺ کو ان سب میں سے صفی، خمس اور حصۂ مجاہد ملا تھا۔ خیبر کی کل مفتوحہ آراضی کی کل پیداوار کا نصف یعنی بیس ہزار وسق کھجور، ساڑھے سات ہزار وسق جو اور ڈھائی ہزار وسق نوی مسلمانوں کا حصہ تھا۔ یہ کل اٹھارہ سو مسلم حصوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ خمس اور صفی پہلے نکال کر جو آپ ﷺ کے حصے تھے اور ایک حصۂ مجاہد بھی آپ ﷺ کا تھا۔ [244] فدک، تیماء اور وادی القریٰ سے ان کی زمینوں کی پیداوار کا نصف مسلمانوں کا حصہ تھا اور موخر الذکر میں سے خمس اور حصۂ مجاہد آپ کے پاس آتا تھا۔ [245] بعض دوسری مہموں میں کچھ مویشی اور سامان ملا تھا۔ [246] آٹھویں برس کی مہموں میں سرایا میں زیادہ تر مویشی ملے اور آپ ﷺ کو صرف خمس یا صفی۔ البتہ غزوہ حنین میں بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا تھا جس میں مویشی، سامانِ ضرورت، چاندی وغیرہ شامل تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجاہد کے حصہ کے علاوہ صفی اور خمس ملا تھا۔ آخری دو برسوں میں زیادہ تر سرایا میں سے آپ ﷺ کو صفی اور خمس ملا تھا۔ غزوۂ تبوک میں جنگ ہی نہیں ہوئی لہذا کوئی مالِ غنیمت نہیں ملا تھا۔ [247] البتہ غزوات اور سرایا اور وفود عرب سے معاہدات کے نتیجے میں مختلف علاقوں سے جیسے ایلہ، مقنا، اذرح، جرباء، دومۃ الجندل، یمامہ، نجران، بحرین، عمان، حضر موت، ہجر اور یمن وغیرہ سے جزیہ و خراج میں

خاصی بڑی رقوم آنے لگی تھیں۔ ایک ذریعہ یہ بھی تھا۔ [248]

اس عمومی تجزیے سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اموالِ غنیمت سے حصہ مجاہد، خمس کے ایک حصہ اور صفی کی شکل میں کافی یافت ہوئی تھی مگر در حقیقت ایسا نہیں تھا۔ سنتِ نبوی یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ اور اپنے اہلبیت پر دوسرے مسلمانوں کو ترجیح دیتے تھے اور خمس وصفی کو اکثر و بیشتر پورا کا پورا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بانٹ دیتے تھے اور خود کے لیے کچھ نہ رکھتے تھے اور اگر کبھی کچھ رکھ لیا کرتے تھے تو اس کی مقدار و تعداد بہت معمولی ہوتی تھی۔ چند مثالیں بطور ثبوت حاضر ہیں۔

سامانِ خورد و نوش کے بارے میں پہلے بھی یہ صریح بیان مآخذ کا آچکا ہے کہ جو کچھ ملتا تھا وہ مجاہدین اپنی اپنی ضرورت وطلب بھر لے لیتے تھے۔ عموماً وہ بچا کر اپنے گھروں کو نہیں لے جاتے تھے۔ اس ضمن میں صرف ایک مثال۔ فتح مکہ کے بعد جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور ان کے شوہر کی بہن خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقط (پنیر) اور سمن (گھی) ان کو غنیمت سے دیا۔ [249] جائیدادوں اور آراضی کی پیداوار سے جو طُعَم (اناج کا حصۂ رسدی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف خاندانوں اور افراد کو مستقل دیتے تھے اس کی پوری تفصیل سیرت وحدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ [250] غنائم میں جو کپڑے ہاتھ لگتے تھے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام میں بالعموم تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ مثلاً حلۂ ودیباج آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منجملہ دوسرے حضرات کے حضرات عمر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کو دیے تھے۔ [251] خمیصہ (چادر/کپڑے) آئے تو ان میں سے ایک حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا بنت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص کو دیا۔ [252] بہت سے قبا بانٹ دیے اور ایک حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ بن نوفل کو دیا تھا۔ ان میں سے اپنے لیے کوئی نہیں رکھا۔ اسی طرح قباطی

کے علاوہ ایک حضرت دحیہ کلبیؓ کے (قبطی قبائیں) اور قمیصیں آئیں تو دوسرے صحابہ کرامؓ کے حصہ میں بھی آئی۔ [253] یہی سنتِ نبوی اسلحہ وغیرہ کے بارے میں تھی۔ غزوۂ بدر میں ذوالفقار نامی تلوار ملی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو عطا کردی۔ [254] الغرض صفی اور خمس میں جو کچھ ملتا تھا خواہ وہ نقد و جنس کی صورت میں ہو یا آراضی و جائیداد کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لیے ان میں سے کچھ بھی نہ رکھتے بلکہ دوسروں کو دے دیتے۔ اس کا اعتراف تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقدین و منکرین تک نے کیا ہے۔ [255] آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو سنتِ نبوی اپنی حیاتِ مبارکہ میں قائم کی تھی اس کو بشکلِ دیگر اس اصول میں ڈھال دیا کہ انبیاء کی وراثت نہیں ہوتی، نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں۔ [256]

ملبوساتِ نبوی

جس طرح سامانِ خورد و نوش کی فراہمی کے مختلف ذرائع و وسائل تھے اسی طرح دوسری ضروریات و حاجات کے پورا کرنے کے مختلف ذرائع تھے۔ اوپر ہم نے اس ضمن میں لباس، مویشیوں اور اسلحہ وغیرہ کی نبوی ضروریات کے پورا کرنے کے جو ذرائع ملاحظہ کیے ان میں غنیمت و خرید وغیرہ کا حوالہ آچکا ہے۔ بعض اور اہم وسائل جن کا بکثرت ذکر روایات میں ملتا ہے یہاں ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا رہے ہیں۔

ملبوسات کے مسلم ہدایا

لباس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراہمی کے سلسلہ میں ایک اہم ذریعہ ہدیۂ غیر مسلم و نذرانۂ غیر مسلم تھا۔ ایسے ہدایا عموماً تیار شدہ لباس کے ہوتے تھے۔ مسلم ہدایا میں

حضرت دحیہ کلبیؓ کا ہدیہ تھا جو ایک روایت کے مطابق دو موزوں پر مشتمل تھا اور دوسری روایت میں ایک جبہ کا اضافہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اتنا پہنا کہ وہ پرانے ہو گئے۔ [257] اسی طرح نجاشی حبشہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سیاہ سادہ موزے بھیجے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے ہدایا الگ تھے۔ [258] کئی محدثین کے ہاں یہ روایت ہے کہ حضرت ابوجہم بن حذیفہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خمیصۃ شامیۃ (شامی جبہ نما لباس) ہدیہ کیا۔ جس کے علَم (نقش) تھے۔ اس کو پہن کر نماز پڑھی تو توجہ بٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے واپس کر دیا۔ چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایا واپس کرنے کے خلاف تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بدلہ میں ایک ابنجانیۃ (ابنجان کا بنا ہوا موٹے کپڑے کا لباس) لے لیا۔ [259] حضرت سہیلؓ کی روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بنی ہوئی چادر پیش کی جس کا حاشیہ بھی تھا۔ بعد میں اس کو شملہ کے نام سے جانا جانے لگا۔ اس عورت نے ہدیہ دیتے وقت یہ بھی کہا کہ اس نے اپنے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنانے کے لیے بُنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی ضرورت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور ازار اسے استعمال کیا۔ مگر ایک شخص نے حسنِ طلب میں اس کی تعریف کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے وہ چادر ہدیہ کر دی۔ لوگوں نے اسے ملامت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرورت تھی مگر اس نے جان بوجھ کر مانگ لیا جبکہ جانتا تھا کہ آپ سوال رد نہیں کرتے۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے کفن کے لیے مانگا ہے اور سچ مچ وہ اس کا کفن ہی بنا۔ [260] ان کے علاوہ بھی متعدد مسلم ہدایا تھے جو کئی حضرات نے خدمتِ نبوی میں پیش کیے تھے۔ [261]

ملبوسات کے غیر مسلم ہدایا

غیر مسلم ہدایا کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر بن عبدالملک نے ریشم کا جبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بطور تحفہ بھیجا۔ روایات میں اس کو جبۃ سندس، جبۃ دیباج، ریشم سے کڑھا ہوا/ ڈھکا ہوا حلہ (حلۃ مکفوفۃ بحریر) اور فرّوج حریر وغیرہ کہا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کچھ دیر پہنا پھر کراہت سے اتار ڈالا کہ وہ متقیوں کے لیے ٹھیک نہیں۔ غالباً بعد میں وہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو دے دیا اور وہ پہنے ہوئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی ظاہر کی کہ تمھارے پہننے کے لیے نہیں دیا تھا بلکہ اس کو اپنے گھر کی خواتین کو پہنا دیں اور انھوں نے اسے پھاڑ کر ان میں تقسیم کر دیا۔[262] دوسرے حکمرانوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام وفرمان کے جواب میں ہدایا بھیجے تھے اور ان میں مختلف قسم کے لباس شامل تھے۔ شاہ ایلہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک چادر بھیجی تھی۔ شاہ روم کا ہدیہ ریشم کا لباس تھا جس کو روایت میں "مستقۃ" کہا گیا ہے۔[263] ذویزن کے حکمران نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا حلہ روانہ کیا جو تینتیس اونٹوں (بعیر) یا اونٹنیوں کے عوض خریدا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہدیہ پیش کرنے والے کو اپنی طرف سے بھی ہدیہ دیا کرتے تھے۔ اس سنت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ذویزن کو جو حلہ عنایت کیا وہ پچیس قلوص (جوان اونٹنیوں) کے عوض خریدا تھا۔[264] ایسی کئی اور روایات بھی ہیں۔ مثلاً مقوقس کی طرف سے ثیاب مصلعۃ (دھاری دار کپڑے) آئے تھے۔ بقیہ روایات کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔[265]

ملبوسات نبوی کی اقسام

متعدد احادیث و روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف لباسوں کا ذکر ملتا ہے مگر ان کے حصول کے ذریعے یا ذرائع کا حوالہ نہیں آتا۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کچھ ہدیہ سے آئے ہوں گے تو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خرید کردہ یا گھر کے بنے ہوئے ہوں گے یا غنیمت میں ملے ہوں گے۔ یہی عام ذرائع حصول تھے۔ ایک دلچسپ اور اہم روایت یہ ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے اون کی ایک سیاہ چادر (بردہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بطور خاص بنی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پہنا بھی لیکن جب پسینہ نکلا تو اس میں سے اون کی بو نکلی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار ہوئی اس لیے اسے اتار دیا۔ [266]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے لباسوں میں جن کا ذکر روایات میں بکثرت آتا ہے حسب ذیل ہیں: متعدد روایات میں ازار کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی روایات میں آپ کے حلہ/ حلہ حمراء (سرخ حلہ) برد/ بُردۃ (چادر) اور اس کی اقسام جیسے برد نجرانی (نجران کی بنی ہوئی چادر)، برد احمر (سرخ چادر)، بردین اخضرین (دو سبز چادریں)، رداء (چادر اوڑھنے والی)، جبۃ شامیہ (شامی جبہ)، جبۃ رومیۃ (رومی جبہ)، جبۃ طیالسۃ کسروانیۃ (سبز رنگ کا جبہ جس کا نام کسروانی تھا اور جو ایران میں بنایا جاتا تھا اور جس میں ریشم، دیباج سے کہیں کہیں رنگ و روغن کیا جاتا تھا) اون کا جبۃ، ملحفۃ ورسیۃ (ورس سے رنگا ہوا لپیٹنے کا کپڑا)، خفین (موزے) جوربین (چمڑے کے بڑے موزے)، خمیصۃ (پہننے کی چادر) خمیصۃ حوتیۃ (حوتیہ نامی مقام پر بنی ہوئی چادر) یا خمیصۃ حرثیۃ (حُریث نامی مقام پر تیار کردہ چادر) اور سیاہ خمیصۃ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ حبرہ

(چادر)، عباء/عباءۃ، عمامہ، مختلف رنگوں کا بالخصوص سیاہ عمامہ، قطیفہ (جھوردار چادر) اس کی مختلف اقسام جیسے فدک کی بنی ہوئی قطیفہ، سرخ قطیفہ وغیرہ، قلنسوہ (ٹوپی)، قمیص اور اس کی قسمیں اور بعض دوسرے لباسوں کا ذکر ملتا ہے۔[267] روایات سے لباس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جو حقائق ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ابتدا میں دوسرے مسلمانوں کی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لباس کی تنگی تھی اور عموماً ایک ہی کپڑا پہنا جاتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی ایسا حوالہ نظر سے اب تک نہیں گزرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ایک کپڑا ہی (ثواب واحد) پہنتے تھے، قیاس یہی کہتا ہے کہ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع سے دو کپڑے پہنے تھے: ایک بالائی جسم پر جو چادر، قمیص، جبہ، حلہ وغیرہ پر مشتمل ہوتا تھا اور دوسرا زیریں بدن پر جو ازار پر مشتمل ہوتا تھا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موٹے جھوٹے کپڑے بھی پہنے ہیں اور عمدہ بلکہ بہترین لباس بھی زیب تن فرمایا ہے کہ دونوں نعمت الٰہی تھے۔[268]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ ازواج مطہرات کے مختلف لباسوں جیسے قمیص، درع (عورت کی گھریلو قمیص) خمار، خمرۃ (اوڑھنی اور دوپٹہ) ملحفۃ (اوپر کی چادر) رداء (چادر) ازار، مرط/مروط (اون/ریشم کی چادریں)، حلہ سیراء (سیرا کا ریشمی حلہ)، جلباب (چادر/دوپٹہ) حقوہ (اوڑھنی) وغیرہ متعدد عام سادہ اور قیمتی لباسوں کا بھی روایات میں کئی جگہ ذکر آیا ہے۔[269] ان کی فراہمی کے بھی وہی وسائل رہے ہوں گے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر کے بارے میں یہ معلوم ہوتا ہے یا استنباط کیا جا سکتا ہے کہ وہ زیادہ تر ہدیہ کے وسیلہ سے آئے تھے۔ دوسرے وسائل و ذرائع کا ان کی فراہمی میں کتنا حصہ تھا، اس کے بارے میں کچھ یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے اس لیے کہ

روایات واحادیث سے ان کے بارے میں کوئی حوالہ یا قرینہ نہیں ملتا۔

سواری کے جانور

لباس اور کپڑوں کے علاوہ دوسرے سامانِ ضرورت کی فراہمی کا ایک اہم وسیلہ ہدیۂ مسلم ونذرانۂ غیر مسلم ہی تھا۔ اس سلسلہ میں زیادہ حوالے سواری کے جانوروں سے متعلق ہیں۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ فروہ بن نفاثہ جذامی نے ایک سفید خچر ہدیہ کیا تھا جس پر آپ ﷺ غزوہ حنین کے میدانِ کارزار میں سوار موجود تھے۔ بلاذری کے مطابق فروہ نے ایک یعفور نامی خچر اور ایک فضہ نامی خچر بھی ہدیہ کیا تھا اور الظرب نامی گھوڑا بھی۔ اس پر راویوں کا اختلاف ہے کہ دلدل نامی خچر یا گھوڑے کا ہدیہ فروہ جذامی کا تھا یا مقوقس مصر کا۔ البتہ یہ ثابت ہے کہ مقوقس نے لزاز نامی اور ربیعہ بن البراء کلابی نے لُحیف نامی اور حضرت تمیم داریؓ نے الورد نامی گھوڑا آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ ان میں سے آخر الذکر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو ہدیہ کر دیا تھا اور انھوں نے اسے اللہ کی راہ میں ایک مجاہد کو صدقہ کر دیا تھا۔ باقی تین گھوڑوں کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ ان کی دیکھ بھال حضرت سعدؓ بن مالک ساعدی کے سپرد تھی۔ ان کے علاوہ بھی کئی جانور اور مویشی آپ ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کیے گئے تھے۔ [270]

دوسرے سامانِ ضرورت میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں سریر (تخت) نہیں تھا لہٰذا حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ایک سریر ہدیہ کیا تھا جو آپ ﷺ کے پاس تا عمر رہا۔ اسی پر آپ ﷺ استراحت فرماتے اور اسی پر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری سانس لی۔ [271] سواری کے جانوروں کے سلسلہ میں دوسرے وسائل کی کارفرمائی میں ذکر آچکا ہے کہ غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمن اسلام ابوجہل کا اونٹ (جمل) بطور مالِ غنیمت ملا تھا جسے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی ہدی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اموالِ غنیمت پر بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متعدد جانور اور مویشی بھی ملے تھے مگر ان کے استعمال کے سلسلہ میں زیادہ تفصیلات دستیاب نہیں ہوتیں۔ اس لیے ان کی تعداد وغیرہ پر کچھ یقینی طور سے کہنا مشکل ہے۔

زیادہ تر یہی خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت مند مسلمانوں بالخصوص مجاہدوں کو دے دیا ہوگا اور بعض غیر مسلموں کو بھی ہدیہ کیے ہوں گے۔ خریداری کا ایک بہت اہم حوالہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور و محبوب اونٹنی (ناقہ) القصواء کے بارے میں آتا ہے۔ اس کے دوسرے متعدد نام بھی روایات میں آئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہدیہ تھی۔ انھوں نے وہ ناقہ بنوقشیر یا بنوحریش کے مویشیوں میں سے چارسو درہم میں خریدی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوقتِ ہجرتِ مدینہ سفر کے لیے ہدیہ کرنی چاہی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ادھار خرید لیا تھا۔ [272] اور ظاہر ہے بعد کو مدینہ میں اس کی قیمت ادا کی تھی۔ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قرض لے کر دو اونٹ بھی خریدے تھے جن کو اپنے اہل و عیال کو مکہ مکرمہ سے لانے کے لیے بھیجا تھا۔ ایک غزوہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اونٹ چالیس درہم کا خریدا تھا جو انھیں کو دے دیا۔ [273] بلاذری کے مطابق مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا گھوڑا بنوفزارہ کے ایک اعرابی سے دس اوقیہ (چارسو درہم) میں خریدا تھا اور اس کا نام الفرس سے بدل

کر الکباء رکھا تھا۔ وہ غزوہ کا پہلا گھوڑا تھا۔[274] جانوروں کے حصول کے ان مختلف ذرائع کے اور بھی ثبوت ملتے ہیں۔[275]

غلامانِ نبوی

چوں کہ ساتویں صدی عیسوی میں عرب سمیت تمام دنیا کی معیشت میں غلاموں کی معاشی اور سماجی اہمیت تھی اس لیے غلامانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وراثت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو سامان اور ترکہ ملا تھا اس میں ایک باندی بھی تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ غلام مکی عہد میں بطور ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔[276] بطور ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو غلام اور باندیاں مدینہ منورہ کے زمانے میں حاصل ہوئی تھیں ان کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ بلاذری کا بیان ہے کہ مقوقسِ مصر نے جو ہدایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجے تھے ان میں ایک خصی غلام اور دو کنیزیں حضرت ماریہ قبطیہؓ اور ان کی بہن شیریںؓ تھیں۔ موخر الذکر کو آپ نے حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ شاعرِ رسولؐ کو عطا کر دیا اور وہ ان کی اہلیہ بنیں جبکہ حضرت ماریہؓ کو ام المؤمنین بننے کا شرف ملا اور خصی غلام بطور مزدور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغات/آراضی کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ حضرت ابو رافعؓ اصلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے غلام تھے اور حضرت عباسؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کو ہدیہ کر دیا تھا۔ بعد میں جب حضرت عباسؓ کے قبولِ اسلام کی خبر ان کے ذریعے جناب نبوی میں گوش گزار ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا اور ان کی شادی اپنی ایک باندی حضرت سلمیٰؓ سے کر دی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

اپنی والدہ ماجدہ سے وراثت میں ملی تھیں اور جب حضرت ابو رافعؓ نے آپ ﷺ کو حضرت ابراہیمؑ کی ولادت کی خوش خبری سنائی تو آپ ﷺ نے ان کو اپنی جانب سے ایک غلام بطور ہدیہ دیا۔ ایک غلامِ نبوی حضرت فضالہؓ یا سفینہؓ تھے اور جن کا اصلی نام مفلح تھا۔ وہ حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے اور آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ وہبہ آئے اور آزادی سے مشرف ہوئے۔ ان کے علاوہ کئی اور غلام و باندیاں تھیں جو بطور ہدیہ خدمت نبوی میں پہنچی تھیں۔

مالِ غنیمت جن غلاموں کا ملکیتِ وصول میں آنے کا صریح ذکر ملتا ہے ان میں حضرت یسارؓ تھے جو کسی غزوہ میں ہاتھ لگے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے اپنی اونٹنیوں کے چرانے پر مامور کیا تھا اور جن کو عرینہ کے لوگوں نے قتل کر دیا تھا۔ غزوۂ ذات الرقاع کے مالِ غنیمت سے بطور صفی ایک باندی ملی تھی جبکہ غزوۂ مریسیع میں رباع نامی ایک سیاہ فام غلام اور بنوقریظہ میں ریحانہ بنت شمعون نامی کنیز ملی تھیں۔ بنوقریظہ سے ایک اور باندی ربیحہ نامی تھیں جو آپ کے کھجور کے باغ میں کام کرتی تھیں۔ ان کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے پاس کئی غلام اور باندیاں بطور مالِ غنیمت کے حصہ میں آئے تھے۔ [277] ان میں سے ایک حضرت جویریہؓ بنت حارث خزاعی غزوہ مریسیع میں حصہ میں تو دو صحابیوں کے آئی تھیں مگر آپ ﷺ نے ان کی قیمتِ مکاتبت ادا کر کے ان کو ان کے اصل مالکوں سے خرید لیا تھا اور پھر ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا تھا۔ تقریباً یہی معاملہ حضرت صفیہؓ بنت حی کے ساتھ غزوۂ خیبر کے موقع پر پیش آیا تھا۔ تقسیم غنائم کے وقت وہ حضرت دحیہ کلبیؓ کو بخش دی گئی تھیں مگر مسلمانوں کی سفارش پر کہ وہ ایک سردار کی دختر ہیں اور ان کے ساتھ شایانِ شان سلوک کیا جانا چاہیے، آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت دحیہ کلبیؓ سے دوسری کنیز کے بدلے میں لے لیا تھا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفی میں آئی تھیں اس لیے اس نام سے موسوم ہوئیں ورنہ اصلاً ان کا نام زینب بنت حُی تھا۔ [278]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ایسے غلام تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا تھا اور پھر آزاد کر دیا تھا بلاذری وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت ثوبانؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یمنی غلام تھے اور مدینۂ منورہ ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خریدا تھا اور بعد میں کسی وقت آزاد کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک غلام حضرت رافعؓ تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ابواحیحہ سعید بن العاص سے خرید کر آزاد کیا تھا جبکہ حضرت ابولبابہؓ بنو قریظہ کے غلاموں میں سے تھے۔ ان کے مالک سے خرید کر ان سے مکاتبت کی اور آزاد کر دیا۔ بعض دوسرے غلاموں کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خریدنے اور پھر ان کو آزاد کرنے کا حوالہ ملتا ہے۔ بیشتر غلاموں کی خریداری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی دنیاوی غرض یا ہوسِ ملکیت کی بنا پر نہیں تھی بلکہ ان میں سے زیادہ تر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض رضائے الٰہی کے لیے خریدا اور آزاد کیا تھا۔

ان کے علاوہ روایات میں بعض دوسرے غلامانِ رسول کا ذکر ملتا ہے مگر ان کے ذریعۂ حصول کے بارے میں واضح بات نہیں ملتی۔ ایسے غلاموں میں سرفہرست حضرت صالح شقرانؓ تھے جن کی کنیت ابوکبشہؓ تھی اور جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے اسیرانِ قریش کا نگراں افسر اور غزوۂ مریسیع میں اموالِ غنیمت کا محافظ افسر مقرر کیا تھا۔ بقیہ غلاموں میں حضرت انجشہؓ / انسہ تھے جو حبشی تھے اور خواتین کے اونٹ ہانکنے پر مقرر تھے۔ وہ حدی بھی لحن سے پڑھا کرتے تھے۔ بعض اور غلاموں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

ان تمام کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ مذکورہ بالا ذرائع میں سے کسی نہ کسی ذریعہ کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مِلک میں آئے تھے۔ [279]

گھریلو اسباب

سیرت و تاریخ کی روایات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابۂ کرامؓ کے آثار میں انسانی زندگی کے لیے ضروری اسباب سے متعلق متعدد اور گونا گوں چیزوں کا ذکر آتا ہے اگر ان پر علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے تو دفتر کا دفتر تیار ہو جائے۔ یہاں اختصار کے ساتھ چند ضروری اشیاء کے حوالے دیے جا رہے ہیں تاکہ معیشتِ نبویؐ کی تصویر مکمل ہو جائے۔

گھریلو اسباب میں لباس کے علاوہ اوڑھنے اور بچھانے کے کپڑوں کا ذکر اور پردے دری وغیرہ قسم کی چیزوں کا حوالہ بھی بہت آتا ہے۔ ازواجِ مطہرات کے گھروں/حجروں میں اکثر حالات میں سریر تھے اور اوڑھنے کے لیے لحاف اور ان پر بچھانے کے لیے گدے/بچھونے تھے جو چمڑے کے بنے ہوئے اور کھجور کی چھال اور پتی سے بھرے ہوئے تھے یا بوریاں اور چٹائیاں ہوتی تھیں۔ [280] سرہانے کے لیے تکیے تھے اور ان میں کھجور کے پتے بھرے ہوتے تھے۔ [281] حجروں پر پردے عموماً کمبل کے ہوتے تھے اور کبھی کبھی اچھے کپڑوں کے بھی [282] کھانے پینے کے دسترخوان کے لیے انطاع (چٹائیاں) استعمال ہوتی تھیں اور دوسرے دسترخوان بھی تھے۔ [283] ریش و بال سنوارنے کی قینچیوں (مشاقص) کا بھی ذکر آیا ہے۔ [284] اشیاء کو ڈھونے اور اٹھانے والے برتنوں (مکاتل وکرازین) کا حوالہ خاص کر غزوۂ خندق کے ضمن میں ملتا ہے اور

ان میں سے کچھ بنو قریظہ سے ادھار مانگے گئے تھے۔[285] گھریلو استعمال کے برتنوں میں پیالوں، لگنوں، طباقوں، پلیٹوں، دیگچیوں اور ہانڈیوں، طشتوں، لوٹوں اور عام برتنوں کا حوالہ ملتا ہے۔ یہ برتن لکڑی، دھات اور پتھر وغیرہ کے ہوتے تھے۔ پانی نکالنے کے لیے ڈول رسی کا حوالہ آتا ہے جو کئی قسم کے ہوتے تھے۔ پانی رکھنے کے برتنوں میں مٹکے، مشکیزے، بڑے پیالے اور ان کے دوسرے مترادفات کا بھی ذکر آتا ہے۔[286] لکھنے پڑھنے کے اسباب میں قلم دوات، روشنائی اور کاغذ و کتاب کا ذکر بہت جگہ آیا ہے۔[287] وفودِ عرب اور غزوات و جنگوں کے حوالے سے خیموں اور دوسرے متعلقہ اسباب کا حوالہ کئی جگہ آیا ہے۔[288] ازواج مطہرات اور نواسوں اور بیٹیوں کے ذکر میں ان کے زیورات، سنگھار کے سامان اور خوشبو وغیرہ کا بھی حوالہ ملتا ہے۔ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھی اور اگر ہدیہ میں آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی انکار نہ کرتے۔[289] وزن کرنے کے باٹ اور ماپنے کے برتن بھی مذکور ہیں۔[290] تنور کا ذکر گزر چکا۔ بعض مقامات پر چولہے کا بھی ذکر آیا ہے۔ اسی طرح چکّی، کلہاڑی، کجاوہ، ہودج، عورتوں کے لیے مخصوص ہودج، کرسی، چھری، چاقو، لوہار کی دھونکنی، استرا وغیرہ متعدد اسباب زیست کا حوالہ ملتا ہے۔[291] یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان میں سے بیشتر کے وسائلِ حصول کا ذکر نہیں ملتا اور ظاہر ہے کہ وہ ترکہ، ہدیہ، نذرانہ، غنیمت، خرید وغیرہ کے معروف ذرائع سے ملے ہوں گے۔

نبوی ملکیتِ آراضی

بحث کافی مفصل اور طویل ہو چکی ہے مگر آخر میں آراضی/ جائداد کی ملکیتِ رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کے بارے میں الگ سے کچھ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے اگرچہ اس کے بعض حوالے اوپر ضمناً آ چکے ہیں۔ یہ ذکر بھی آ چکا ہے کہ مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد انصارِ کرامؓ نے اپنی تمام افتادہ آراضی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اپنے اور اپنی ازواجِ مطہرات و صاحبزادیوں کے علاوہ تمام مہاجرین میں تقسیم کر دی تھی جس پر انھوں نے اپنے گھر بنالیے تھے یا ان پر پیداوار شروع کر دی تھی۔ بعض نے ان میں صنعت و حرفت/ دستکاری کے کارخانے لگالیے تھے۔[292] افتادہ آراضی کے علاوہ بعض انصاری صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنے بنائے مکانات بھی ہدیہ کیے تھے۔ حضرت امِ انسؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو جائیداد پیش کی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ کو عنایت کر دی۔ حضرت حارثہؓ بن نعمان انصاری نے اپنے کئی مکانات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نذر کیے تھے۔ بعد میں حضرت فاطمہ زہراؓ کی شادی خانہ آبادی پر ایک اور مکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر کے رہنے کے لیے ہدیہ کیا۔[293]

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ انصار میں کئی حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھجوروں کے درخت (نخلات) مخصوص کر دیے تھے یا ہدیہ کر دیے تھے کہ ان کی پیداوار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامانِ زیست حاصل کریں۔ مالِ غنیمت میں آراضی اور باغات ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جائدادیں/ باغات واپس کر دیے۔ یہودی جائدادوں کے ملنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جاں نثار یہودی نومسلم حضرت مخیریقؓ نے غزوۂ احد سے قبل اپنے سات باغ (حوائط) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیے تھے۔ بلاذری نے جو تفصیل فراہم کی ہے اس کے مطابق ان کے نام المبیت، الصافیۃ،

الدلال، حسنی، برقۃ، الاہواف اور مشربۂ ام ابراہیم تھے۔ آخر الذکر وہ باغ نخل تھا جہاں ایک علیحدہ مکان میں حضرت ماریہ قبطیہؓ اپنے فرزند کے ساتھ رہتی تھیں اس لیے وہ ان کی کنیت سے موسوم ہوا۔ ایک باغ حدیقہ نامی بھی آپ کے صدقات میں سے تھا۔ معلوم نہیں کہ وہ مخیریق کے عطایا میں سے تھا یا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ساتوں باغوں کو عام مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔ اس کی کچھ پیداوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصارف کے لیے بھی آتی تھی لیکن جس مدنی جائداد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے متواتر پیداوار فراہم کی وہ ۴ھ میں بنونضیر کی مفتوحہ آراضی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال وازواج مطہرات کو سال بھر کی روزی (قوت) مل جاتی تھی۔ مدینہ منورہ اور دوسرے عرب علاقوں میں زراعت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ کھجور کے باغوں میں اناج وسبزی بھی کاشت کی جاتی تھی۔ بنوالنضیر کی جائیدادوں سے کھجور کے علاوہ اسی طریقہ پر کاشت کی ہوئی اناج وسبزی وغیرہ کی پیداوار بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آتی تھی۔ [294]

اگرچہ بنوالنضیر کے اموال/آراضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالصہ زمین تھیں اور یہی حال بنوقریظہ کی آراضی کا تھا تاہم ان کی ملکیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ رسالت مآب تک محدود تھی اور ان زمینوں سے طُعمہ (پیداوار سے لطف اندوزی کا حق) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال اور دوسرے مقطعوں کو حاصل تھا مگر ان پر مالکانہ حقوق ان کو حاصل نہ تھے۔ شاید اسی بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے بزرگ صحابہ کرامؓ نے یہ تاثر وبیان دیا تھا کہ خیبر کی فتح تک آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی۔ اس کا ایک اور عامل بھی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ فتحِ خیبر تک امتِ مسلمہ کی ضروریات پر

آراضی مدینہ منورہ کی پیداوار زیادہ خرچ ہوتی تھی اور اہل بیت نبوی پر کم۔ البتہ فتح خیبر کے بعد مسلمان مجاہدین کو جس طرح اس کی اور اس کی ملحقہ بستیوں فدک، وادی القریٰ اور تیماء کی آراضی میں اپنے اپنے حصہ کے مالکانہ حقوق حاصل ہوئے تھے اسی طرح خمس وصفی رسول میں سے ان سے عطا پانے والوں کو بھی ملکیت کے حقوق ملے تھے۔

روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات میں سے ہر ایک کے لیے اسّی وسق کھجور اور بیس وسق جو سالانہ مقرر کر دیا تھا اور اس سے ان کے گھروں کے خورد ونوش کا سامان اور دوسرا اسباب بھی مہیا ہوتا تھا۔ ان عطایائے نبوی پر ان کے پانے والوں کے مالکانہ حقوق نہ صرف پیداوار پر تھے بلکہ آراضی پر بھی تھے۔ چنانچہ وفاتِ نبوی کے بعد کئی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے جن میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل وشریک تھیں اپنے حصے کی زمین پر مالکانہ تصرف حاصل کر لیا تھا یا ان کو بیچ کر دوسری جگہ آراضی حاصل کر لی تھی۔ [295] خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح کے فوراً بعد کئی حصے ان کے مالکوں سے خرید لیے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حصہ خریدا تھا وہ ایک غفاری مجاہد کا تھا۔ جو دو اونٹوں (بعیر) کے عوض لیا گیا تھا۔ [296] فتح خیبر کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کی تمام آراضی مسلمانوں کے لیے صدقہ/ وقف کر دی گئی تھی اور غالبًا ان کی پیداوار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کو کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ بہرحال آراضی/ جائداد اور مکانات کی یہی ملکیتِ رسول تھی جو اوپر بیان کی گئی ور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات اور دوسرے متوسلین جیسے غلاموں/ باندیوں وغیرہ کے اخراجات کے لیے نقد وجنس کی مستقل فراہمی ہوتی تھی۔

اعترافِ عجزِ تحقیق

اگرچہ بحث بہت مفصل اور طویل ہوگئی ہے اور وہ ایک مضمون و مقالے کے مختصر حدود سے تجاوز بھی کرگئی تاہم اتنی تفصیل وتشریح ضروری تھی تاکہ معیشتِ نبوی کے مدنی دور کی مکمل تصویر پیش کی جاسکے۔ یہاں یہ اعتراف کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بہت سے پہلو اور ضمنی مباحث اور دوسری ضروری جزئیات بیان کرنے سے رہ گئی ہیں جن کو اِن شاء اللہ پھر کبھی پیش کیا جائے گا مگر ان کے رہ جانے سے اصل بحث اور اس کی بنا پر پیدا ہونے والی تصویر کے خدوخال میں کوئی بنیادی فرق نہیں پڑتا۔ موجودہ بحث اپنی جگہ مکمل ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی دورِ ہجری میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی واقتصادی ضروریات کی تکمیل کا سب سے بڑا ذریعہ مدنی صحابہ کرام کا بالخصوص اور صاحبِ حیثیت مکّی و مہاجر صحابہ کرامؓ کا بالعموم ایثار بھرا ہدیہ و نذرانہ تھا۔ اسی وسیلہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلقین اور اہل وعیال کے لیے تین بنیادی ضرورتوں۔ روٹی، کپڑے اور مکان۔ کی سبیل پیدا کی تھی۔ اور اسی نے دوسرے اسبابِ زیست فراہم کرکے حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خوش گواری اور کسی قدر سہولت پیدا کی اور زندگی کو زیادہ خوش گوار بنایا۔ یہ دوسرا اہم ترین ذریعۂ معاش تھا مگر یہ واضح رہنا چاہیے کہ یہ محض ایک ذریعہ ہی تھا۔ ترکہ و وراثت، ازواجِ مطہرات کے اپنے اموال، خرید و بیع اور تجارت، کسی حد تک زراعت و باغبانی اور تھوڑی سی دستکاری دوسرے وسائلِ معاش تھے۔ ان سے جو سامانِ زیست فراہم ہوتا تھا وہ اتنا کافی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور

دنیاوی نعمتیں ہی مقصود ہوتیں تو انہی اسباب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت کے انبار اور تنعم کی فروانی پیدا کر سکتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیاوی زندگی میں غریبانہ و شریفانہ زندگی بسر کی۔ نہ زہد و فقر کی وہ زندگی اختیار کی جو رہبانیت کی طرف لے جاتی ہے اور نہ عیش و عشرت کی جو آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتی ہے۔ نبوی معیشت اعتدال کے جادۂ قرآنی پر مبنی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتوں سے لطف اندوزی کے ساتھ شکر گزاری کی زندگی، اور فقر و فاقہ سے پناہ مانگنے کی دعائے نبوی کی زندگی۔ دراصل وہ قناعت و صبر و توکل پر مبنی معیشت تھی جو بقدر کفالت ضروریات کی تکمیل کرتی ہے اور ہر مسلم و مومن کے لیے دنیائے فانی کو آخرت ابدی کے لیے ایک عمل گاہ بناتی ہے۔

تعلیقات وحواشی



1 بطور مثال ونمائندہ مؤلف ملاحظہ ہو: ڈی ایس مارگولیتھ، محمد اینڈ دی رائز آف اسلام، لندن ۱۹۰۵ء، ص ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بے وقار خاندان سے تھے۔'' مولانا شبلی، سیرت النبی، اعظم گڑھ، ۱۹۸۳ء، اول ص ۱۷۶ نے اس کی بھرپور تردید کی ہے؛ نیز ملاحظہ ہو عبدالحمید صدیقی کی تردید، لائف آف محمد، ہلال پبلیکیشنز کلکتہ ۱۹۸۲ء، ص ۴۰ اور ص ۵۵۔۵۴۔

2 یہ نقطۂ نظر وضاحت سے یا مضمر طور سے تقریباً تمام مسلمان مؤرخین کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۸۳ء، ششم ص ۳۷۳۔۴ پر فرماتے ہیں کہ... ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی ابتدا افلاس کی حالت میں ہوئی۔'' علامہ عبداللہ یوسف علی، دی ہولی قرآن، امانہ کارپوریشن، برنٹ وڈ، میری لینڈ ۱۹۸۹ء، ص ۱۶۶۳، حاشیہ ۶۱۸۴ نے لکھا ہے: "The Holy Prophet was poor"؛ نور محمد غفاری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۶۵ پر لکھتے ہیں: ''وہ بچہ جس نے آگے چل کر خاتم النبیین بننا تھا... عالم امکان میں تشریف لایا تو والدین مالی اعتبار سے مفلس تھے۔ والد عبداللہ بن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی پیدائش سے قبل ہی وفات پا گئے تھے، یوں غربت کے ساتھ قیامت کا بندھن... بندھ گیا۔''، نعیم صدیقی، محسن انسانیت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، غیر مورخہ، والدین اور دادا کے انتقال کا ذکر کر کے لکھتے ہیں: ''یہ گویا مادی سہاروں سے بے نیاز ہو کر ایک آقائے حقیقی کے سہارے گراں بہا فرائض سے عہدہ برآ ہونے کی تیاری ہو رہی تھی۔'' یہ چند مثالیں ہیں ورنہ یہ نقطہ نظر پوشیدہ یا علانیہ تقریباً بیشتر مسلم سیرت نگاروں کے ہاں پایا جاتا ہے۔ نیز مولانا مودودی، سیرت سرور عالم، لاہور ۱۹۸۰ء، دوم ص ۹۵ نے ''غربت سے زندگی کی ابتداء'' کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غریبانہ زندگی کا ذکر کیا ہے۔

تعلیقات و حواشی

3 ابن اسحاق، سیرت ابن اسحاق، اردو ترجمہ نور الٰہی ایڈووکیٹ (عربی متن۔ مرتبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ) نقوش، رسول نمبر یازدہم لاہور ۱۹۸۵ء، ص ۷۔ ۳۳، نیز ملاحظہ ہو: ابوالحسن علی حسنی ندوی، السیرۃ النبویہ، دار الشروق، جدہ، ۱۹۸۹ء، ص ۹۹ نے صرف ابن ہشام کی سند پر ابن اسحاق کی روایت بیان کی ہے۔

4 ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مرتبہ مصطفی السقا، ابراہیم الابیاری، عبدالحفیظ شلبی، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی، قاہرہ ۱۹۵۵ء، قسم اول ص ۱۵۸۔ نیز ملاحظہ ہو: بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ دار المعارف قاہرہ ۱۹۵۹ء، اوّل ص ۹۲۔ ۹۷ وغیرہ، جنھوں نے اس موضوع پر ہی نہیں بلکہ اور کئی متعلق معاملات پر خاموشی اختیار کی؛ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، مرتبہ مصطفی عبدالواحد، دار المعرفۃ بیروت ۱۹۷۱ء، اوّل ۲۲۳ نے صرف حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے باپ سے وراثت میں پانے کا ذکر کیا ہے۔

5 ابن سعد الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت ۱۹۵۷ء، اوّل ص ۱۰۰۔ نیز ملاحظہ ہو نور محمد غفاری، مذکورہ بالا، ص ۶۰۔ ۶۵ نے قطعۃ غنم کا ترجمہ ''چند بھیڑیں'' کیا ہے۔

6 شبلی نعمانی، سیرت النبی، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، اوّل ص ۱۶۸۔ اس کا حاشیہ ۳ سید سلیمان ندوی کا اضافہ ہے جبکہ متن میں مولانا شبلی نے اونٹوں کی تعداد کی صراحت چھوڑ دی ہے اور بکریوں کے سلسلہ میں بھی ایک / دو/کئی ریوڑوں کا حوالہ نہیں دیا ہے؛ مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ششم، ص ۴-۳۷۳، حاشیہ ۸ نے آپ ﷺ کی وراثت پدری میں صرف ایک لونڈی اور ایک اونٹنی کا ذکر نہ جانے کس ماخذ کی بنیاد پر کیا ہے جبکہ سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن لاہور ۱۹۸۰ء، دوم ص ۹۵ پر ابن سعدؒ کو مذکورہ بالا بیان کا ماخذ بتایا ہے۔

صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، اردو، المجلس العلمی علی گڑھ ۱۹۸۸ء ص ۸۲ نے ابن سعد کی روایت کو تین کتابوں کے حوالے سے ''عبداللہ کا کل ترکہ'' قرار دیا ہے۔

7 ابن اسحاق (اردو) ص ۳۳۔

8 بخاری، الجامع الصحیح، باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلّم الرایة یوم الفتح؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب النزول بمکة للحاج و توریث دورھا؛ ابوداؤد، سنن، کتاب المناسک، باب التحصیب اور کتاب الفرائض، باب ھل یرث المسلم الکافر۔

نیز ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص ۵۱۶ نے اپنے متن میں یہ واضح طور سے کہا ہے کہ وہ مکان آپ ﷺ کے والد عبداللہ کا نہیں تھا بلکہ ابوطالب کا تھا۔ ان کے الفاظ ہیں ''ابوطالب... نے جب انتقال کیا تو ان کے صاحبزادے عقیل اس وقت کافر تھے اس لیے وہی وارث ہوئے۔ انھوں نے یہ مکانات ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ اس میں اتروں۔'' اس کے حاشیہ ۱ میں جامع سید سلیمان ندویؒ نے صحیح بخاری، فتح مکہ کے باب میں حضرت اسامہؓ بن زید اور حجۃ الوداع کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بیان کی ہے اور ان دونوں میں ''مکان'' کا حوالہ ہے مگر اوّل الذکر کا

موقع فتح مکہ ہے اور دوم کا محل حجۃ الوداع۔ اور اس کی تطبیق میں ابن حجر، فتح الباری، جلد ۸، ص ۱۳ اور جلد ۲ ص ۳۶۰ کا قول نقل کیا ہے کہ ممکن ہے ان دونوں موقعوں پر لوگوں نے سوال کیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں پر یہ ارشاد فرمایا ہو۔

مولانا شبلی کی صراحت کہ مکان ابوطالب کا تھا قطعی صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ ابوطالب کے مکان کے وارث ان کے فرزند ہی ہو سکتے تھے اور حضرات جعفر و علی جو مسلم تھے کی جگہ حضرت عقیل جو اس وقت کافر تھے ان کے صحیح وارث ہوئے اور انھوں نے اپنے والد سے ترکہ میں پایا ہوا مکان ابوسفیان کے ہاتھ بیچ ڈالا تو اس میں کسی کو کیا شکوہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات اس بات سے کہیں بلند تھی کہ دوسرے کے مال کو اپنا مال سمجھتے اور اس کے صحیح وارث کے ہاتھوں بیچ ڈالنے کو اپنی حق تلفی سمجھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دراصل ابوطالب کے مکان کے بارے میں نہیں فرمایا تھا بلکہ اپنے قدیم مکان کے بارے میں ارشاد کیا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ولادت سے ہجرت تک قیام پذیر رہے تھے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے والد ماجد/ والدین سے ملا تھا۔

مولانا شبلی کا یہ تبصرہ کہ "شریعت میں مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا" اس موقع پر بے محل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد مرحوم کی میراث اپنی ولادت کے بعد بلکہ اپنی والدہ کی وفات کے بعد پائی تھی اور وہ "شریعت اسلامی" کی تشکیل سے قبل ملی تھی۔ قریشی/مکی روایات وقوانین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخرکار اپنے والد کے چھوڑے ہوئے اونٹ، بکریاں اور باندی ترکہ میں پائے تھے۔ شریعت وہاں مانع نہیں ہوئی تھی۔

جامع حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر اظہارِ خیال نہیں فرمایا ہے صرف بخاری کی روایات کی نشاندہی، صراحت اور تطبیق سے کام رکھا ہے۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ محدثین عظام نے یہ حدیث ایک فقہی مسئلہ کے حل کے لیے نقل کی ہے اور اس میں

ابوطالب کے مکان اور حضرت عقیلؓ کے بیچنے اور حضرات جعفرؓ و علیؓ کے پدری وراثت سے محروم رہنے کا واقعہ صحیح ہے مگر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکانات/ مکان کے حضرت عقیلؓ کے ہاتھوں بیچنے کا مفہوم مضمر ہے جس کی تائید دوسری روایات کے علاوہ قرائن حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

9 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دوم ص ۱۳۶؛ بلاذری، انساب الاشراف، اول ۳۵۶، نے صراحت کی ہے کہ حضرت عقیلؓ نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان (منزل رسول اللہ) ہی نہیں بلکہ اپنے بھائیوں بہنوں کے مکانات بیچ ڈالے تھے۔

10 ابن اسحاق (اردو) ص ۲۳ ص ۱۴۰ حضرت علیؓ کی آپ کے ہاں اکثر آمد کا حوالہ ہے۔
ابن ہشام، اول ص ۳۱۵ (ابوسفیان، اخنس، ابوجہل کے تلاوت نبوی سننے کے ذکر میں)، ص ۸۔۳۴۷۔ (کعبہ کے نزدیک نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت قرآن سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر تک حضرت عمر کے تعاقب کرنے کا ذکر)۔ اس مقام پر ابن اسحاق نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کا محل وقوع بھی بتایا ہے جو بہت ہی اہم ہے۔ مسجد حرام سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن ابی حسین کے گھر (دار) کی طرف سے نکلتے کہ یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ تھا یہاں تک کہ مسعیٰ قطع/ پار کرتے پھر حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور ابن ازہر بن عبدعوف زہری کے دار کے درمیان چل کر اخنسؓ بن شریق کے دار پر پہنچتے اور اپنے گھر (بیت) میں داخل ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے قیام (مسکن) ''الدار الرقطاء'' نامی مقام میں تھی جو بعد میں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کی ملکیت میں آ گیا تھا۔ غالبًا انھوں نے اپنے والد ابوسفیان سے ترکہ میں پایا تھا۔ نیز ۶۔۴۱۵ جہاں آپ کے بدقماش پڑوسیوں ابولہب ہاشمی اور عقبہ بن ابی معیط اموی، عدی بن حمراء ثقفی اور ابن الاصداء ہذلی کے برے سلوک، گھر اور راستے میں غلاظت و گندگی اور تکلیف دہ چیزیں ڈالنے کا ذکر آتا ہے اور اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کا حوالہ آتا ہے۔ مؤخر الذکر صفحہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے گھر (بیت) کا حوالہ پھر موجود ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر کسی احمق (سفیہ) کے خاک ڈالنے، خاک آلود گھر میں داخل ہونے اور بنات مطہرات میں سے کسی کے سرِ اقدس کو دھونے اور آنسو بہانے کا ذکر ہے۔ تلاش وجستجو سے ایسے مزید حوالے دیے جاسکتے ہیں مثلاً اوّل ص ۳۸۳ مزید ملاحظہ ہو۔

11 ابن اسحاق (اردو) ص ۹۔ ۳۳؛ ابن ہشام، اول ص ۱۵۸۔

12 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، اول ص ۱۰۰۔ ۹۹ کی عبارت ہے: خرج عبداللہ بن عبدالمطلب ثم انصرفوا... بقیہ عبارت ان کی بیماری، نجاری رشتہ داروں کی دیکھ بھال، موت اور تدفین سے متعلق ہے۔ عبداللہ کے بڑے بھائی حارث کے جانے اور ساری تفصیلات مدینہ سے لانے کا ذکر تو ہے مگر سامانِ تجارت کے بارے میں کوئی حوالہ نہیں ہے۔

ہمارے جدید مؤرخین وسیرت نگاروں میں سے بیشتر نے سامان تجارت کا میراث پدری میں ذکر نہیں کیا ہے اور نہ ہی مدینہ سے واپس لانے کے ضمن میں: ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، اول ص ۱۶۹، صفی الرحمن مبارک پوری ص ۸۲، مولانا مودودی، سیرت سرور عالم، دوم ص ۹۰۔

13 بلاذری، انساب الاشراف: اول ص ۹۲۔

14 ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، اول ص ۸۰۔۱۷۶۔

15 انساب الاشراف، اول ص ۵۲۱ نے یہ روایت ابن سعد کے حوالہ وسند سے واقدی سے بیان کی ہے جنھوں نے ابن ابی سبرہ اور انھوں نے عبدالحمید بن سہیل بن عبدالرحمن بن عوف سے روایت کی ہے۔ گویا کہ یہ منقطع ہے۔ ملاحظہ ہو ابن سعد، اول ص ۳۸۵؛ نیز ملاحظہ ہو ص ۹۶ جہاں مذکورہ بالا پدری وراثت کے علاوہ ورق (چاندی) کے بھی والد سے ترکہ میں پانے کا ذکر ہے۔ بلاذری، اول ص ۴۷۷ نے والدہ ماجدہ بی بی آمنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک باندی سلمٰی نامی وراثت میں

تعلیقات و حواشی

پانے کا ذکر کیا ہے۔

16 ابن اسحاق ۳۔۴۲؛ ابن ہشام اول ص ۱۶۱۔۱۶۰ دونوں نے حیرت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ کے دودھ پلانے کا ذکر نہیں کیا ہے اور براہ راست حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت کا واقعہ پوری تفصیل سے بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، اول ص ۲۲۳ نے آپ ﷺ کی والدہ کے ساتھ ثویبہ کے دودھ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ ابن سعد، اول ص ۳۔۱۰۰ اور ۱۵۔۱۰۸ نے بالترتیب آپ ﷺ کی ولادت اور آپ ﷺ کی دودھ پلائیوں کے لیے اپنی دو الگ الگ فصلوں میں آپ کی ﷺ والدہ کے دودھ پلانے کا ذکر نہیں کیا ہے، یہی حال بلاذری، انساب الاشراف اول ص ۸۱ کا ہے۔ ان کے ذکر سے یا عدم ذکر سے یہ حقیقت نہیں بدلتی کہ سب سے پہلے آپ ﷺ نے اپنی ماں کا دودھ پیا تھا۔ یہ اتنی ظاہر و باہر حقیقت ہے کہ اس کا ذکر نہ بھی ہو تو مراد یہی ہوتا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو شبلی نعمانی، اول ص ۱۷۲، مولانا مودودی، سیرت سرور عالم، دوم ص ۶۔۹۵۔

17 ابن اسحاق و ابن ہشام دونوں نے ثویبہؓ کی رضاعت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اول تذکرہ نگاروں میں ابن سعد، اول، ص ۱۰۸ وغیرہ نے واقدی کی سند پر روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ کی اولین دودھ پلائی ثویبہؓ تھیں جنھوں نے اپنے فرزند مسروح کے دودھ میں آپ کو شریک کیا تھا اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے آنے سے کچھ قبل کچھ دن (ایاماً) دودھ پلایا تھا۔ اس سے قبل ثویبہ نے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کو اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد مخزومی کو دودھ پلایا تھا۔ ابن سعد نے اولین روایت کی تائید میں زہری کی دو روایتیں نقل کی ہیں اور بعض دوسری روایات سے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: بلاذری، انساب الاشراف، اول، ص ۶۔۹۴؛ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، اول ۴۔۲۲۳۔

ابن ہشام کے محققین کرام نے طبری، الروض الانف، الاستیعاب اور شرح المواہب اللدنیہ کے حوالے سے ثویبہؓ کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کا اپنے حاشیہ نمبر ۶ ص ۲۔ ۱۶۰ میں ذکر کیا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ ثویبہؓ نے حضرت عبداللہؓ بن جحش کو بھی دودھ پلایا تھا۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حلیمہ سعدیہ اور ثویبہ کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کی بعض اور عورتوں نے سعادت حاصل کی تھی۔ اگرچہ انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی ہے۔

اس باب میں سب سے زیادہ قوی روایت بخاری کی ہے۔ ملاحظہ ہو: الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب امھات اللاتی ارضعنکم؛ باب ما یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب۔ نیز مولانا مودودی، سیرت، دوم، ص ۶۔ ۹۵۔

شبلی نعمانی، اول، ص ۱۷۲ نے ثویبہ کے دو تین روز دودھ پلانے کا ذکر کیا ہے مگر کوئی حوالہ نہیں دیا ہے شاید قیاس کی بنا پر "ایاماً" کا مفہوم لیا ہے۔

18 ابن اسحاق (اردو) ص ۵۔ ۴۲؛ ابن ہشام، اوّل ص ۶۵۔ ۱۶۰؛ ابن سعد، اول ص ۱۵۔ ۱۰۸؛ انساب الاشراف اوّل ص ۶۔ ۹۳؛ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، اوّل، ص ۳۴۔ ۲۲۵۔ حضرت ثویبہؓ باندی نہ تھیں بلکہ وہ قبیلہ اسلم کے ایک خاندان کی فرد تھیں اور مکہ میں قریش کے خاندان کے شیخ ابولہب کی ''مولاۃ'' (ولاء کے رشتے سے) حلیف جیسی تھیں۔

ابن اسحاقؒ نے حلیمہ سعدیہؓ کی تقرری و تلاش کے بارے میں صیغۂ مجہول استعمال کیا ہے اور یہی ابن ہشامؒ کے ہاں پایا جاتا ہے۔ لیکن ایک روایت میں واضح طور سے ذکر ہے کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے دودھ پلائیاں (رضعاء) تلاش کی تھیں۔ ابن سعد اور بلاذری کی روایات میں تلاش کرنے والے کا نام نہیں ہے۔ اور ابن کثیر کی روایات کثیرہ میں یہی ہے۔ البتہ اموی کی ایک روایت میں ہے کہ عبدالمطلب نے دودھ پلائی تلاش کروائی تھی۔ مولانا شبلی، اول ص ۱۷۳، کا یہ

خیال کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے ان کو مقرر کرنا چاہا تو ان کو خیال آیا کہ یتیم بچے کو لے کر کیا کروں گی؟ لیکن خالی بھی نہ جاسکتی تھیں اس لیے حضرت آمنہ کی درخواست قبول کی'' قیاس پر زیادہ مبنی ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ پھر وہ حضرت آمنہ کی درخواست قبول کرنے کا معاملہ نہ تھا بلکہ حلیمہ سعدیہؓ کی محرومی اور خالی ہاتھ لوٹنے کا معاملہ تھا۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ عبدالمطلب ہاشمی نے حضرت حلیمہؓ کا انتخاب کیا تھا جسے انہوں نے بلا تردد قبول کر لیا تھا۔ بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب خاکسار، ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی مائیں''، مکتبہ الفہیم، مئوناتھ بھنجن، ۲۰۱۱ء؛ مکتبہ قاسم العلوم، لاہور۔

نیز ملاحظہ ہو، صفی الرحمن مبارک پوری، ص ۵۔ ۸۴؛ مولانا مودودی، سیرت سرور عالم، دوم ص ۷۔۹۶، نور محمد غفاری، مذکورہ بالا، ص ۷۔۶۶ پر شبلی نعمانی کی روایت کا اثر واضح ہے۔

19 ترمذی، ابواب الرضاع، باب مایذهب مذمة الرضاع، نیز ملاحظہ ہو ابن سعد، اول ص ۱۱۴؛ ابن کثیر، مذکورہ بالا نے اس قسم کی کئی روایات بیان کی ہیں۔

20 مثلاً ابن سعد، اول ص ۱۰۹ نے ابن ابی ملیکہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی (رضیع) تھے۔ ان دونوں کو عرب کی ایک عورت نے دودھ پلایا تھا۔ حضرت حمزہؓ بنو سعد بن بکر کی ایک قوم کے پاس دودھ پلانے کے لیے رکھے گئے تھے۔ حضرت حمزہؓ کی ماں (رضاعی) نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن جب آپ اپنی ماں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے پاس تھے دودھ پلایا تھا۔ اس سے قبل محققین ابن ہشام کے قیاس کا ذکر آچکا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو، صفی الرحمن مبارک پوری ص ۵۔ ۸۴ جنھوں نے بنوسعد کی ایک عورت، جو حضرت حمزہؓ کی ماں (رضاعی) تھیں، کے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا ذکر کیا ہے اور زاد

المعاد، اول ص ۱۹ کا حوالہ دیا ہے۔ مولانا مودودی سیرت، دوم، ص ۹-۹۸

21 ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، اول ص ۲۳۲ نے اموی کی کتاب المغازی کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا ایک راوی عثمان بن عبد الرحمن وقاصی اگرچہ ضعیف ہے اور وہ روایت منقطع بھی ہے کہ حضرت سعیدؒ بن مسیب پر ختم ہو جاتی ہے تاہم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت پر حلیمہ سعدیہؓ کو رضاعت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

اجرتِ حلیمہ سعدیہؓ سے متعلق بعض روایات ملتی ہیں مگر اختصار کے لحاظ سے ان کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ البتہ بلاذری، اول ص ۹۵ نے ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد جب حلیمہ سعدیہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے آئیں تو آپ نے ان کا اعزاز و اکرام کیا اور جب انھوں نے اپنے علاقے کی قحط سالی اور جانوروں کی ہلاکت کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے اس باب میں بات کی اور انھوں نے حلیمہ سعدیہؓ کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ عطا کیا۔ یہ تو بعد میں ممنونِ کرم و شکر گزار فرزند کا حسن سلوک تھا، اجرت و معاوضہ نہیں تھا۔

22 ابن سعد، اول ص ۱۰۸ میں دو متضاد روایات ملتی ہیں۔ اوّل یہ کہ ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا اور پھر انھوں نے رضاعت کی۔ دوم یہ کہ حضرت خدیجہؓ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتی تھیں اور ان کو آزاد کرانا چاہتی تھیں مگر ابولہب نے ان کے ہاتھ بیچنے سے انکار کر دیا۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ کے بعد از خود آزاد کر دیا تھا۔ نیز بلاذری، اول ص ۴-۹۳۔ ابن کثیر اوّل ص ۲۲۴ نے اپنے راویوں کی سند پر بیان کیا ہے کہ ابولہب نے اپنے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشخبری دینے پر ثویبہ کو فوراً آزاد کر دیا تھا۔ یہ تمام روایات صحیح نہیں کہ وہ باندی تھیں ہی نہیں۔ آزاد خاتون تھیں۔

23 مثلاً نور محمد غفاری، مذکورہ بالا ص ٦٦ لکھتے ہیں کہ ''حضرت آمنہ چاہتی تھیں کہ اس کا یتیم بھی دیہاتی بدوؤں کے پاس پلے اور فصاحت کے جوہر پیدا کرلے... مگر یہاں اسے دولت مند کی ''خواہ مخواہ'' پذیرائی اور غریب کی بے اعتنائی کے تلخ تجربے سے گزرنا پڑا... مگر آمنہ کے لال کو اس کی یتامت اور غربت کی بنا پر کوئی بھی لینے کے لیے آمادہ نہ ہوئی...'' موصوف نے نہ صرف حلیمہ سعدیہؓ کے انکار کو غربت پر محمول کیا ہے بلکہ حضرت آمنہ کے غربت کے دکھ درد کا بھی ذکر کیا ہے۔

24 ابن اسحاق، ص ۴۳: ''لیکن جب یہ کہا جاتا کہ آپ یتیم ہیں تو کوئی عورت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لینے پر راضی نہ ہوتی، کیونکہ ہم لوگ کہتے تھے کہ بچے کی ماں سے حسن سلوک کی کیا امید ہوسکتی ہے اگر بچے کا باپ ہوتا تو اس سے نیک سلوک کی توقع کی جاسکتی تھی۔'' نیز ابن ہشام، اول ص ۱۲۳: ''اذا قیل لها انه یتیم، و ذلک انا انما کنا نرجوا المعروف من ابی الصّبی... و ما عسی ان تصنع امّه و جدّه فکنا نکرهه لذالک؟... نیز بلاذری، انساب الاشراف اول ص ۹۳؛ ابن کثیر، اوّل، مذکورہ بالا۔ حیرت ہے کہ نور محمد غفاری وغیرہ نے اسی کے مابعد یہ روایت بھی نقل کی ہے۔

25 ابن اسحاق (اردو) ص ٦۔ ۴۲ اور ص ٦۱؛ ابن ہشام اول ص ۱٦۸؛ ابن سعد، اول ص ۷۔۱۱٦؛ بلاذری، اول ص ۹۴؛ ابن کثیر، اول ص ۲۲۵۔

ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد اور ابن کثیر نے بی بی آمنہ کی زیارت مدینہ منورہ کا مقصد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی رشتہ داروں بنوعدی بن النجار/خزرج سے ملاقات بتایا ہے جبکہ بلاذری نے اپنی سند سے انفرادی روایت میں یہ بیان کیا ہے کہ جب آپ کی عمر شریف چھ سال کی ہوگئی تو آپ کی والدۂ ماجدہ اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں جیسا کہ وہ زیارت کیا کرتی تھیں اور ان کے ساتھ عبدالمطلب اور ام ایمنؓ بھی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ عبدالمطلب بنونجار

کے ننھیالی رشتہ داروں سے ملنے گئے تھے اور اپنے ساتھ آپ ﷺ کو اور بی بی آمنہ کو بھی لے گئے تھے۔ یہ دوسری روایت ہے۔

سند کے اعتبار سے بلاذری کے مقابلہ میں اکثریت کی رائے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ بلاذری کی روایت مجہول ہے جبکہ ابن اسحاق کی روایت یونس بن بکیر کی سند سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے۔ یہی ابن ہشام و ابن کثیر کے ہاں ہے۔ مؤخر الذکر نے واقدی کی اسانید سے بھی اسی کی توثیق کی ہے۔ جبکہ ابن سعد نے اپنی روایات واقدی کے ذریعہ زہری سے، محمد بن صالح کے ذریعہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے اور عبدالرحمن بن عبدالعزیز کے ذریعہ عبداللہ بن ابی بکر سے تین سندوں سے بیان کی ہیں۔ موخز الذکر سند مرفوع ہے کہ وہ ہاشم بن عاصم اسلمی نے اپنے والد کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے۔

معلومات کے اعتبار سے بھی ابن سعد کی روایت/روایات سب سے زیادہ مفصل ہیں جبکہ بقیہ کی روایات ایک دوسرے کی نقل معلوم ہوتی ہیں سوائے بلاذری کی انفرادی روایات کے۔

شبلی نعمانیؒ، اول، ص ۱۷۵ نے بلاذری کی مجہول روایت کو ''بعض مؤرخین کا بیان کہہ کر ذکر کیا ہے اور اسی کو نہ صرف ترجیح دی ہے بلکہ یہ تبصرہ کیا ہے کہ ''لیکن یہ رشتہ دور کا رشتہ تھا، قیاس میں نہیں آتا کہ صرف اتنے سے تعلق سے اتنا بڑا سفر کیا جائے۔'' مولانا موصوف کا یہ قیاس صحیح نہیں کیونکہ زیارت کا مقصد دوستی کی تجدید، رشتہ داروں سے ملاقات خواہ وہ کتنے دور کے ہوں یا محض تبدیلی آب وہوا ہوتا ہے۔ پھر یہ رشتہ اتنا دور کا نہ تھا جتنا کہ مولانا نے سمجھا ہے۔ روایات اولیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دادا کے ننھیالی رشتہ داروں سے ملانے لے گئی تھیں اور حیات نبوی کے بعد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس رشتہ داری کا ہمیشہ خیال رکھا تھا اور بنونجار نے بھی اس کا ہمیشہ پاس رکھا۔ جیسا کہ بنونجار کے نقیب اور ہجرت کے

بعد قیام مدینہ کے باب سے معلوم ہوتا ہے۔ نہ تو مولانا شبلی نے اور نہ ان کے جامع نے ان دونوں روایات کا کوئی حوالہ دیا ہے۔

26 صفی الرحمن مبارک پوری، ص ۸۷-۸ نے بی بی آمنہ کے سفرِ مدینہ کو متوفی شوہر کی یاد وفا میں سرپرست عبدالمطلب کے ساتھ کرنے کا ذکر کیا ہے اور حوالہ میں ابن ہشام، تلقیح المفہوم، تاریخ خضری اور غزالی کی فقہ السیر ۃ کا حوالہ دیا ہے جب کہ ابن ہشام نے تو کم از کم اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ باقی بعد کے مصادر ہیں ان سے بحث نہیں۔ مولانا مودودی، سیرت، دوم ص ۹۹ نے خاندان بنی عدی بن نجار سے ملاقات کرنے کی رعایت قبول کی ہے جبکہ ابن سعد نے اپنی اسانید سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدۂ محترمہ آپ کے ساتھ اور ام ایمنؓ کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموؤں (اخوالہ) سے ملاقات کے لیے دو اونٹوں پر سفر کر کے گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دار النابغہ میں ایک ماہ تک قیام کیا۔ یہاں ابن سعد کی ایک دلچسپ روایت (ص ۹۹) کا حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم عبداللہ نے اسی دار النابغہ میں وفات پائی تھی اور وہیں مدفون ہوئے تھے اس لیے بلاذری کی روایت کو مفہوم کے لحاظ سے رد کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ ابن سعد نے اسی ضمن میں دار النابغہ کا محل وقوع بھی بتایا ہے کہ نابغہ بنو عدی بن نجار کا ایک فرد تھا اور اس کا گھر اس دار (احاطہ) میں واقع تھا کہ جب آپ داخل ہوں تو دویرۃ (چھوٹا گول چبوترہ) آپ کے بائیں ہاتھ ہوگا۔ ابن سعد نے اپنی روایت میں یہ بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کے اس قیام کے بعض واقعات یاد تھے اور وہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ نے جب بنو عدی بن نجار کی گڑھی (اُطم) دیکھی تو فوراً پہچان لیا اور فرمایا کہ ''میں اُس اُطم پر انصار کی ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور اپنے ماموؤں کے بچوں کے ساتھ چڑیاں اڑایا کرتا تھا'' (و کنت مع غلمان من اخوالی نطیر طائرا کان یقع علیه) اور دار النابغہ کو دیکھ کر

تعلیقات و حواشی

فرمایا: ''یہاں میری ماں میرے ساتھ اتری تھیں اور اسی احاطہ میں میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے اور میں بنو عدی بن نجار کے کنویں یا تالاب (بئر) میں خوب تیرا کرتا تھا۔'' ابن سعد اور ابن کثیر نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اسی سفر و زیارت کے دوران کچھ یہودی لوگ آیا کرتے، آپ ﷺ کو دیکھا کرتے تھے اور حضرت ام ایمن ؓ کی زبان سے اسی روایت میں یہ بھی کہلوایا گیا ہے کہ ان میں سے کسی کو میں نے کہتے سنا تھا کہ ''یہ اس امت کا نبی ہے اور یہی ان کا دارِ ہجرت ہے اور مجھے ان کی یہ بات خوب یاد رہ گئی۔'' ابن کثیر کے ہاں واقدی کی سند پر یہ اضافہ ہے کہ ''یہود کے دو آدمی آئے اور فرمائش کر کے آپ ﷺ کو خود دیکھا بھالا اور آپ کی نبوت و ہجرت کی پیشگوئی کے علاوہ قتل و غلام بنانے کے امرِ عظیم کا بھی ذکر کیا۔ آپ ﷺ کی والدہ نے جب یہ سنا تو خوفزدہ ہو کر واپس ہوئیں مگر ابواء میں انتقال کر گئیں۔'' ابن سعد نے ام ایمن ؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی دو اونٹوں پر مکہ واپسی کا ذکر بھی کیا ہے۔ آخر میں سب کے ہاں مفصل یا مختصر یہ ذکر پایا جاتا ہے کہ بعد میں آپ ﷺ کی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی تھی مگر استغفار کی اجازت نہیں ملی تھی۔ ابن کثیر نے ایسی تمام روایات یکجا کر دی ہیں۔ ابن سعد وغیرہ نے آپ ﷺ کے قبرِ والدہ کی اصلاح کرنے اور آپ ﷺ کے رونے کا بھی حوالہ دیا ہے۔

بی بی آمنہ کے بارے میں کل یہی تفصیلات ملتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کہیں اور ایک دو روایات مل جائیں مگر ان سے نہ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی والدہ مکرمہ سے تعلقات کا پتہ چلتا ہے اور نہ آپ ﷺ کی پرورش و پرداخت کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آپ ﷺ کی تربیت و پرورش میں آپ ﷺ کے ننھیالی رشتہ داروں بنو عدی بن نجار کے حسن سلوک کا ذکر ضرور ملتا ہے خواہ وہ کس قدر مختصر اور غیر اہم کیوں نہ رہا ہو۔ ہمارے جدید عہد کے بیشتر مؤلفین سیرت نے ان واقعات کا اسی سیاق میں ذکر کیا ہے مثلاً صفی الرحمن مبارک پوری،

تعلیقات و حواشی

ص ۸۔۸۷؛ شبلی نعمانی، اول ص ۶۔۱۷۵ / ان کا مختصر ذکر کیا ہے اور اسی طرح مختصر ذکر مولانا مودودی، سیرت، دوم، ص ۱۰۰۔۹۹۔

27 اس کی بعض جزئیات کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ مثلاً مولانا مودودی، سیرت دوم، ص ۱۰۱ نے طالب بن ابی طالب کے بارے میں کہا ہے کہ ''اس کو حضور سے بے انتہا محبت تھی''۔ مولانا مودودی، ص ۱۰۳ نے ابن سعد کے حوالہ سے پھوپھیوں کی محبت کا واقعہ بھی لکھا ہے۔ نیز ص ۸۔۹۷ پر ابوسفیانؓ بن حارث کی محبتِ رسول کا حوالہ ہے۔ ملاحظہ ہو ابن سعد، چہارم ص ۵۰۔۴۹، بلاذری، اول ص ۹۔۹۲، ابولہب کے بارے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام سے قبل آپ کی دو بیٹیوں سے ابولہب نے اپنے دو بیٹوں کی نسبت کی تھی۔

28 ابن اسحاق (اردو) ص ۶۔۴۲، ابن ہشام، اول، ص ۷۔۱۶۵؛ ابن سعد، اول، ص ۳۔۱۰۲، ص ۳۔۱۱۱، ابن کثیر، اول، ص ۴۳۔۲۴۔ یہ اہم بات ہے کہ بلاذری نے ان کو زیادہ نظر انداز کیا ہے جب کہ ابن کثیر نے ان کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ ان کے لیے ایک سے زیادہ فصلیں قائم کی ہیں۔ مولانا شبلی، اول، ص ۱۔۱۷۰ اور صفی الرحمن مبارک پوری، ص ۸۳ وغیرہ نے ان کو خوبصورتی سے نقل کرنے سے گریز کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو، مولانا مودودی، سیرت، دوم، ص ۵۔۹۴۔

29 ابن اسحاق (اردو)، ص ۶۱؛ ابن ہشام، اول، ص ۱۶۸؛ ابن کثیر، اول، ص ۴۰۔۲۳۹؛ بلاذری، اول، ص ۹۶ نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا جب کہ ابن سعد، اول، ص ۸۔۱۱۷ میں یہ واقعہ مختصراً بطور بیانیہ بیان ہوا ہے اور تفصیل نہیں ہے۔

مولانا شبلیؒ، اول، ص ۶۔۱۷ / نے دادا کی تربیت کو ڈیڑھ سطری جملے میں بیان کر دیا ہے کہ ''دامنِ تربیت میں لیا، ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔'' اور اس کے حاشیہ نمبر ۲ میں حوالہ

تو کوئی نہیں دیا، البتہ مارگولیتھ کے خیال خام پر بھرپور تبصرہ کیا ہے۔ صفی الرحمن مبارکپوری، ص ۸۸ نے مختصراً ذکر کیا ہے اور مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا ہے اور بس۔ نور محمد غفاری، ص ۹-۶۸ نے تفصیلات نہ ملنے کا شکوہ کرتے ہوئے صرف عام نوازشات کا ذکر کیا ہے۔

تعلیقات و حواشی

30 ابن اسحاق (اردو)، اول، ص ۶۱؛ ابن ہشام، اول، ص ۱۶۸ میں یہ تفصیلات نہیں ہیں۔ وہ بلاذری کے ہاں بھی غائب ہیں۔ صرف ابن سعد، اول، ص ۱۱۹-۱۱۷؛ ابن کثیر، اول، ص ۴۱-۲۳۹ کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ مؤخر الذکر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کے جنازے میں شرکت کرنے کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ مولانا شبلی، اول، ص ۱۷۶ نے سارے واقعات نظر انداز کر کے جنازہ کا واقعہ بلاحوالہ و سند نقل کیا ہے۔ صفی الرحمن مبارک پوری، ص ۸۸ نے عام تربیت ومحبت اور فرش والے واقعہ کے علاوہ اور کچھ نہیں بیان کیا۔ مولانا مودودی، سیرت دوم، ص ۱۰۱-۱۰۰، پر نسبتاً زیادہ تفصیلات دی ہیں۔

31 مثلاً غزوہ حنین میں مسلمانوں کے اول وہلہ میں راہِ فرار اختیار کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا تھا: انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب۔ ابن سعد، دوم، ص ۱۵۱، بخاری، باب غزوہ حنین/ باب قول اللہ تعالیٰ: ویوم حنین۔۔۔ الی قولہ غفور رحیم۔
مولانا شبلیؒ، اول، ص ۵۲۹ نے صحیح بخاری، جلد دوم، ص ۶۲۱ غزوۂ حنین دیا ہے اور قوسین میں جامع ندوی نے (طائف) کا اضافہ کیا ہے۔

32 ابن اسحاق (اردو)، ص ۶۶؛ ابن ہشام، اول، ص ۱۵۳، ص ۱۷۹؛ ابن سعد، اول، ص ۱۱۸؛ ابن کثیر، اول، ص ۴۱-۱۴۰ سوائے ابن سعد کے اور سب نے ابوطالب وعبداللہ کے حقیقی بھائی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بلاذری، اول، ص ۹۶ نے عبدالمطلب کی وصیت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ صرف کفالتِ ابی طالب کا ذکر کیا ہے۔

جدید مؤلفین سیرت میں ملاحظہ ہو: شبلی نعمانی، اول، ص ۷-۱۷۶ انھوں نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ اسی طرح صفی الرحمن مبارک پوری نے ''شفیق چچا کی کفالت میں'' سرخی لگائی ہے مگر حوالے دینے سے گریز کیا ہے۔ مولانا مودودی، سیرت، دوم، ص ۱۰۱ نے لکھا ہے کہ بعض روایات کی رو سے ان کی وصیت کے مطابق اور بعض دوسری روایات کے مطابق بطور خود ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کفالت میں لے لیا۔'' نور محمد غفاری، مذکورہ بالا، ص ۶۹ تو یہاں تک دعوی کرتے ہیں کہ " عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں ابوطالب ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔"

33 ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، اول، ص ۲۳۲ نے یہ روایت اموی سے نقل کی ہے جس کی سند پہلے نقل ہو چکی ہے اور خود ہی عثمان بن عبدالرحمن وقاصی کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن اسحاق کے سیاق کے خلاف ہونے کے سبب اس کو نقل کیا ہے۔ ابن کثیر کا طریقۂ نقل روایات یہ ہے کہ وہ جن روایات کو کمزور وضعیف سمجھتے ہیں ان کے بارے میں رائے دیتے یا ان پر نقد کرتے ہیں۔ یہ ان روایات میں سے ہے جن پر انھوں نے کوئی نقد یا تبصرہ نہیں کیا ہے۔

ابن کثیر کے طریقۂ نگارش پر ملاحظہ ہو مسعود الرحمن خاں ندوی، ابن کثیر کمؤرخ، مسلم یونی ورسٹی مطبوعات علی گڑھ ۱۹۸۰ء، ص ۶۰-۱۴۱ اور پروفیسر موصوف کا مضمون ''اسلامی تاریخ نگاری اور ابن کثیر کا طریقہ کار۔'' نقوش، شمارہ نمبر ۱۳۸، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۷۹-۶۸۔

34 ابن اسحاق (اردو)، ص ۲۱، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب اپنے باپ (ابیہ) کے سب بیٹوں سے چھوٹے تھے۔ وہ اور زبیر اور ابوطالب تینوں مسماۃ فاطمہ بنت عمرو...... مخزوم کے بطن سے تھے۔'' ابن ہشام، اول، ص ۱۰۹ میں مزید وضاحت یہ ہے کہ عبدالمطلب کے بیٹوں عبداللہ، ابوطالب اور زبیر کی بلکہ صفیہ کے سوا تمام بیٹیوں کی ماں فاطمہ بنت عمرو مخزومی تھیں، ابن سعد، اول، ص ۹۳ نے عبدالمطلب کی اولادوں کے ذکر میں کہا ہے کہ ان کے بارہ فرزند اور چھ

دختروں میں..... عبداللہ اور زبیر تھے جو شاعر و شریف تھے اور انھیں کو عبدالمطلب نے وصیت کی تھی (وصی بنایا تھا: والیہ اوصی عبدالمطلب) اور ابوطالب تھے جن کا نام عبد مناف تھا اور عبد کعبہ تھے جو مر گئے اور بے نشان و بے اولاد رہے اور ام حکیم، جو البیضاء کہلاتی ہیں عاتکہ، برّہ، امیمہ اور اروی تھیں اور ان سب کی ماں فاطمہ بنت عمرو مخزومی تھیں..... بلاذری، انساب الاشراف، اول، ص ۸۷-۸ نے ان اولادوں کے ذکر کے علاوہ اور مزید معلومات بھی بہم پہنچائی ہیں۔ زبیر کے بارے میں کہا ہے کہ ''وہ قریش کے حکام میں سے ایک تھے اور عبداللہ و ابوطالب دونوں سے بڑے تھے اور ان سب کی ماں ایک تھیں۔'' ابن کثیر، اول، ص ۱۰۳ نے اسی کی تائید میں ابن ہشام کی روایت اپنی تعلیقات سمیت نقل کر دی ہے، بلاذری، اول، ص ۷۲ نے وصیت عبدالمطلب کے بارے میں مزید تصریح کی ہے کہ عبدالمطلب نے زبیر کو وصی بنایا تھا اور زبیر نے ابوطالب کو اور ابوطالب نے عباس کو اور یہ حقیقی واقعات کے مطابق بھی معلوم ہوتی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: کتابِ خاکسار، ''عبدالمطلب ہاشمی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا؛ دہلی ۲۰۰۴ء؛ کتاب سرائے لاہور ۲۰۰۵ء کا متعلقہ باب۔

ان تمام مصادرِ اصل اور مآخذِ انساب سے واضح ہوتا ہے کہ ابوطالب کی طرح زبیر بھی آپ کے حقیقی چچا تھے اور اگر یہی وجہ وصیت پدری تھی تو زبیر زیادہ مستحق تھے کہ وہ بڑے بھی تھے، باپ کے وصی بھی تھے اور شفیق بھی تھے۔ حیرت کی بات ہے کہ تمام مؤلفینِ سیرت نے اس حقیقت کو دانستہ یا غیر دانستہ نظر انداز کیا ہے۔ اسے کم از کم صحیح تاریخ نگاری یا اسلامی سیرت نویسی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ''وکالتِ بیجا'' اور ''حمایت پسندیدہ'' کے ضمن میں آتی ہے۔ قارئین کو گمراہ کرتی ہے۔ صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ دونوں روایات نقل کر کے ترجیح خواہ کسی کو دی جاتی روایات سے گریز و اجتناب ''وفورِ شوق'' اور ''غلوئے عقیدت و محبت'' کا غماز ہونے کے علاوہ ''حق و صداقت پر تیشہ زنی'' کے

بھی مترادف ہے۔ مزید بحث کے لیے مقالہ خاکسار ''عم نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرت نبوی'' تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جولائی۔ستمبر ۱۹۹۶ء؛ نیز ''کفالت نبوی کی وصیت عبدالمطلبی''، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری تا مارچ ۲۰۰۳ء۔

35 ملاحظہ ہو مرتبین و محققین ابن ہشام کا حاشیہ نمبر ۲، ص ۱۰۸۔ افسوس کہ انھوں نے اپنی معلومات کی یہاں تصریح نہیں کی ہے لیکن دوسرے حواشی وتعلیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معلومات سیرت ابنِ ہشام کی شروح وغیرہ جیسے سہیلی کی الروض الانف، زرقانی کی شرح المواہب اللدنیہ وغیرہ سے نقل کی ہیں۔

36 بلاذری، اول ص ۹۲ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد مکرم عبداللہ کی وفات کے بارے میں تین روایتیں بیان کی ہیں اور سوم روایت میں جو ''یُقال'' سے شروع ہوتی ہے یہ تصریح موجود ہے کہ ان کے والد نے ان کی بیماری کی خبر سن کر زبیر بن عبدالمطلب کو بھیجا تھا جو ان کے بھائی تھے اور وہ عبداللہ کی تدفین کے وقت موجود رہے تھے۔ اگرچہ ''یُقال'' کی روایت بالعموم مؤلف سیرت اور ناقدین کے نزدیک مجروح، ضعیف یا کمتر درجہ کی ہوتی ہے مگر یہ روایت یوں زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اسی روایت میں عبداللہ کے غزہ سے سامانِ تجارت کے ساتھ واپس آنے، بیمار ہو کر مدینہ منورہ پہنچنے اور اپنے باپ کے ماموؤں کے گھر اترنے اور وہیں وفات پانے کا ذکر ہے اور اس کو بقیہ تمام راویوں اور سیرت نگاروں نے صحیح سمجھ کر قبول کیا ہے اور بقیہ روایات جو عبداللہ کے مقصدِ سفر کے بارے میں آئی ہیں مسترد کردی ہیں۔ ملاحظہ ہوں: ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن سعد، ابن کثیر وغیرہ کی روایات وترجیحات۔ مگر غالباً بلاذری کے نزدیک یہ روایت زیادہ صحیح نہیں ہے اسی لیے اس کو ''یُقال'' سے ذکر کیا ہے۔

37 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد عبدالمطلب کے والد ہاشم بن مناف نے اپنی شامی تجارت کے آخری

سفر کے دوران جس میں ان کی وفات بھی ہوگئی مدینہ منورہ کے خاندان خزرج کے گھرانے بنوعدی بن النجار کی خاتون سلمٰی بنت عمرو سے شادی کی تھی۔ وہ عبد المطلب کی ماں تھیں۔ اس لحاظ سے بنوعدی بن نجار عبداللہ، ابوطالب اور زبیر کے زیادہ قریبی اخوال تھے کہ یہ تینوں حقیقی بھائی تھے جب کہ دوسرے بھائیوں کی مائیں مختلف تھیں۔ ملاحظہ ہو: ابن ہشام، اول، ص ۸۔۱۰۷؛ ص ۷ ۱۳؛ ابن سعد، اول، ص ۹۔۷۸؛ بلاذری، اول، ص ۵۔ ۶۴؛ ابن کثیر، اول، ص ۱۰۲، مؤخر الذکر میں صرف عبد المطلب کی ماں کا ہی نام مذکور ہے۔

38 ابن سعد، اول، ص ۳۔ ۹۲ نے صرف حارث کے باپ کی زندگی میں مرنے کا ذکر کیا ہے جب کہ بلاذری، اول، ص ۹۷ نے تصریح کی ہے کہ جس سال عبد المطلب نے اپنی نذر پوری کرنے پر اونٹ قربان کیے تھے یعنی عبداللہ کی زندگی بچانے کے لیے اسی سال حارث بن عبد المطلب کا انتقال ہوگیا اور اس وقت ان کے فرزند ربیعہ بن حارث کی عمر دو سال تھی۔ اسی کے متصلاً بعد بلاذری نے واقدی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ اونٹوں کی نذر و قربانی واقعۂ فیل سے پانچ سال قبل ہوئی تھی اور ربیعہ بن حارث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سات سال بڑے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حارث کا انتقال عبداللہ کی وفات سے چھ سات ماہ پہلے ہوا تھا۔ مزید روایات نظر انداز کی جاتی ہیں۔ مقالہ خاکسار ''نذر عبد المطلب کی استنادی حیثیت'' الفرقان، لکھنو، اکتوبر۔ نومبر ۲۰۰۲ء۔

39 ابن اسحاق (اردو)، ص ۶۶ نے اس کا ترجمہ ''لوگوں کا گمان ہے'' سے کیا ہے، ابن ہشام، اول، ص ۱۷۹ کے ہاں فیمایز عمون عبد المطلب کے وصیت کرنے سے متعلق ہے۔

40 ابولہب کی محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا ثبوت تو آپ ﷺ کی ولادت پر اس کی خوشی اور آپ ﷺ کی رضاعت کے لیے ثویبہ کی تقرری تھی۔ دوسری روایات سے اس کی

تعلیقات و حواشی

آپ سے محبت وشفقت کا پتہ چلتا ہے اس کی دشمنی وعداوت کا سبب تو اسلام تھا اور جاہلیت میں تو وہ آپ کے لیے دوسرے چچاؤں کی طرح شفیق وکریم ہی تھا۔ ابن سعد، اول، ص ۹۳ نے اس کو ''جواد'' (سخی) کہا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: مولانا مودودی، سیرت دوم، ص ۶۲۵ کا وہ بیان جب اس نے ابوطالب کی موت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کا ارادہ کیا تھا مگر پھر حمیتِ جاہلی نے اسے ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اس کے مآخذ کے لیے ملاحظہ ہو: ابن سعد، اول، ص ۱۱۔ ۲۱۰۔

41 کفالتِ ابی طالب کے لیے ملاحظہ ہو: ابن اسحاق (اردو)، ص ۶۸؛ ابنِ ہشام، اول، ص ۱۷۹؛ ابن سعد، اول، ص ۲۱۔ ۱۱۹؛ بلاذری، اول، ص ۹۶؛ ابن کثیر، اول، ص ۳۔ ۲۴۱؛ جدید مؤلفین سیرت میں مولانا مودودی، سیرت، دوم، ص ۱۰۱ نے سب سے زیادہ مفصل بیان لکھا ہے۔

42 ابن سعد، ہشتم، ذکر فاطمہ بنت اسد؛ زبیری، ص ۸۰؛ اصابہ، نساء، نمبر ۱۵ اور نمبر ۱۳۷

43 ابن اسحاق (اردو)، ص ۷۰۔ ۶۸؛ ابن ہشام، اول، ص ۸۳۔ ۱۸۰؛ ابن سعد، اول، ص ۲۱۔ ۱۱۹؛ بلاذری، اول، ص ۷۔ ۹۶؛ ابن کثیر، اول، ص ۹۔ ۲۴۳؛ مولانا شبلی نعمانی، اول، ص ۸۱۔ ۱۷۸؛ مولانا مودودی، سیرت، دوم، ص ۹۔ ۱۰۴ نے اس واقعہ کے علاوہ بحیرا راہب کے قصہ اور دوسری پیش گوئیوں سے مفصل بحث کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، اعظم گڑھ، ۱۹۸۳ء، ص ۴۔ ۱۶۷ نے اس پر سب سے مفصل تجزیہ کیا ہے۔

44 مثلاً مارگولیتھ، مذکورہ بالا، ص ۷۔ ۴۵۔ ابن سعد، اول، ص ۱۲۶ کی ایک روایت، جو اس موضوع پر پانچویں ہے، یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ میں اپنے اہل کی بکریاں اجیاد میں چرایا کرتا تھا (... وبعثت وانا ارعی غنم اھلی بأجیاد) اس سے استنباط کیا جاسکتا ہے مگر اہل سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے اہل پہلے ہوتے ہیں۔ ابن اسحاق (اردو)، ص ۵۔ ۷۴ اور ابن ہشام،

رعاء غنم أهلها '' ہے۔

45 ابن ہشام، اول، ص ۱۶۶؛ ابن سعد، اول، ۶-۱۲۵؛ ابن کثیر، اول، ص ۲۲۷ میں ہے۔ ''في بهم لنا......''

46 بخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط؛ ابن ماجہ، سنن، کتاب التجارات، باب الصناعات، شبلی نعمانی، اول، ص ۸-۱۷۷، حاشیہ نمبر ا۔

امام بخاری نے ایک روایت، کتاب بدء الخلق، باب یعکفون علی اصنام لھم میں بھی نقل کی ہے۔ جس سے یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن وہ مختصر ہے۔

مولانا مودودی، سیرت، دوم، ص ۲-۱۰۱ اور نور محمد غفاری، مذکورہ بالا ص ۳-۱۷ نے اجرت ہی پر آپ کے بکریاں چرانے کا ذکر کیا ہے اور اسی روایت کو دوسری روایات نقل کرنے کے باوجود ترجیح دی ہے۔ مولانا مودودی نے یہ بھی کہا ہے کہ ممالک کے جغرافیہ میں کسی مقام کا نام قراریط ہونا ثابت نہیں ہے۔''

ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اردو ترجمہ، نذیر حق، نقوش، رسول نمبر، لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۵۱۹ نے کہا ہے کہ ''وہ اپنے ایک ہمسایہ ابو معیط کی بھیڑیں چرانے لگے......اس کے علاوہ وہ اپنے چچا کے کپڑے وغیرہ کی دکان میں بھی ہاتھ بٹانے لگے اور بالآخر ان کی جگہ دکان داری ہی کرنے لگے......'' مگر اس کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

47 مثلاً ملاحظہ ہو: عبدالسلام مبارک پوری، سیرۃ البخاری، اظہر بک ڈپو، دہلی، ۱۹۸۶ء، ص ۸-۱۶۰، بخاری کے تراجم ابواب کی اس قدر اہمیت ہے کہ اس پر مستقل تصانیف لکھی گئیں۔ علامہ مبارک پوری نے پانچ ایسی کتابوں کے نام گنائے ہیں۔

48 مولانا مودودی، نور محمد غفاری کے حوالے اوپر حاشیہ نمبر ۴۶ میں آچکے ہیں۔ صفی الرحمن مبارک

تعلیقات و حواشی

پوری، ص ۹۲۔

49 مثلاً: ابن سعد، اول، ص ۱۵۳ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے قبل علامات نبوت کے باب میں ابوطالب کے ساتھ بازار ذوالمجاز میں آپ ﷺ کی موجودگی کا حوالہ دیا ہے۔ اگرچہ اس میں تجارت و کاروبار کا کوئی ذکر نہیں تاہم وہ قیاس کرنا غلط نہ ہوگا۔ نور محمد غفاری، ص ۵۷ نے ابوطالب کے ساتھ بعض تجارتی سفر کرنے کا ذکر تو کیا ہے مگر حوالہ نہیں دیا۔

50 بلاذری، انساب الاشراف، اول، ص ۹۷۔

51 سید سلیمان ندویؒ نے آپ ﷺ کے سن رشد کو پہنچنے پر تجارت کا پیشہ اختیار کرنے کی بات کہی ہے۔ ملاحظہ ہو: شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول، ص ۱۸۵۔ نیز شاہ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، اعظم گڑھ، ۱۹۸۸ء، اول، ص ۱۶ نے سید صاحب کی بات نقل کر دی ہے۔ بیشتر مؤلفین سیرت نے حضرت خدیجہؓ کی تجارت اور پھر شادی ہی کے ضمن میں آپ ﷺ کی تاجرانہ زندگی کا ذکر کیا ہے لیکن نقطہ آغاز کا ذکر نہیں ہے۔

52 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد و آباء میں سے ہاشم بن عبد مناف، عبدالمطلب، عبداللہ وغیرہ تقریباً سب کی کم و بیش یہی عمر تھی جب انھوں نے تجارت کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ تلاش و جستجو سے مزید مثالیں مل سکتی ہیں، ملاحظہ ہوں: ابن اسحاق، ابن ہشام، بلاذری، ابن کثیر وغیرہ میں ان حضرات کی عمریں اور تجارت کے واقعات۔

53 مثال کے طور پر صفی الرحمن مبارک پوری، ص ۹۲ کا بیان ملاحظہ ہو: "مکہ میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط کے عوض چراتے تھے۔ پچیس سال کی عمر ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر تجارت کے لیے ملک شام تشریف لے گئے۔" مصنف موصوف نے اس سے پہلے آپ ﷺ کی تجارت کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے جب کہ مولانا شبلی، اول، ص ۸۔۱۸۵ نے بلکہ ان کے جامع

سید سلیمان ندوی نے آپ ﷺ کی تجارت کے نقطۂ آغاز سے اچھی بحث کی ہے، نیز ملاحظہ ہو: مولانا مودودی، سیرت، دوم، ص ۱۳۔۱۱۱ نے حضرت خدیجہؓ کی تجارت کے ضمن میں ہی آپ ﷺ کی تجارت کا ذکر کیا ہے۔

54 مضاربت کے طریقے کے لیے حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوسفیانؓ کے ساتھ تجارت کے واقعات شاہد ہیں۔ قدیم وجدید تمام سیرت نگاروں نے مضاربت کے طریقے کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً ابن ہشام، اول، ص ۱۸۸ نے حضرت خدیجہؓ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مال کے لیے اجرت پر لیتی تھیں اور ان کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرتی تھیں اور ان کو کچھ معاوضہ دیتی تھیں۔ تستاجر الرجال فی مالها وتضاربهم ایاه بشیءٍ تجعله لهم۔

55 شبلی نعمانی، اول، ص ۱۸۸۔۱۸۵ نے ان تین شرکاء تجارت نبوی کا ذکر سنن ابی داؤد، جلد دوم، ص ۳۲۶، کتاب الادب، باب فی الوعد اور ابوداؤد، جلد دوم، ص ۳۱۷ اور اصابہ، جلد پنجم، ص ۲۵۳، ترجمہ حضرت قیس بن سائب کے حوالے سے کیا ہے۔ جب کہ حدود سفر کے لیے، نورالنبر اس فی شرح ابن سید الناس اور مسند امام احمد بن حنبل چہارم، ص ۱۳۔۱۱۱ نے آپ ﷺ کے شرکائے تجارت کا ذکر نہیں کیا ہے۔ نور محمد غفاری، ص ۶۔۷۵ نے مولانا شبلی کی بیان کردہ روایات مع حوالہ جات نقل کردی ہیں اور مولانا موصوف کا حوالہ نہیں دیا۔ یہ تفصیل محمد حمیداللہ، مذکورہ بالا، ص ۵۲۴۔۵۲۲ کے یہاں حضرت خدیجہؓ کی تجارت وشادی کے ضمن میں ملتی ہے اور وہ بھی مختصر۔

56 ابن اسحاق (اردو)، ص ۷۔۷۶؛ ابن ہشام، اول، ص ۹۰۔۱۸۷؛ ابن سعد، اول، ص ۳۳۔۱۳۰؛ بلاذری، اول، ص ۹۷؛ ابن کثیر، اول، ص ۲۶۷۔۲۶۲۔ نیز ملاحظہ ہو: شبلی نعمانی، اول، ص ۱۸۵۔۸؛ صفی الرحمن مبارک پوری، اول، ص ۳۔۹۲؛ مولانا مودودی، سیرت،

دوم، ص ۱۴۔۱۱۱۔

57 اس کی تائید ابن کثیر اور سید سلیمان ندوی وغیرہ کی بیان کردہ مذکورہ بالا تفصیلات سے بھی ہوتی ہے، ابن کثیر، اول، ص ۲۶۶ پر حضرت جابرؓ سے مروی ایک روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ ''میں نے خدیجہؓ کے لیے اجرت پر دو سفروں میں کام کیا اور بدلہ میں ایک اونٹنی (قلوص) پائی۔'' یہ بیہقی کی روایت ہے جس کا ایک راوی ربیع بن بدر بقول ابن کثیر ضعیف ہے۔

58 ابن کثیر، اول، ۳۰۔۱۲۳۔

59 انساب الاشراف، یروشلم، چہارم (الف)، ص ۱۲، نیز ملاحظہ ہو: محمد جاسم حمادی مشہدانی، موارد البلاذری عن الأسرة الأموية فی أنساب الأشراف۔ مکتبہ المطالب الجامعی، مکہ مکرمہ ۱۹۸۶ء، اول، ص ۱۹۷

60 مثلاً حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم وغیرہ متعدد صحابہ کرامؓ کی مکی تجارت کے حوالے ملتے ہیں۔

61 ابتدائی تفاسیر کے لیے طبری، جصاص اور قرطبی وغیرہ کے ہاں ایسی روایات کا مطالعہ کیا جائے۔ اختصار کے خیال سے ان کا تجزیہ چھوڑا جا رہا ہے۔

شاہ عبدالقادر دہلویؒ، موضح القرآن، تاج کمپنی، لاہور، کراچی، غیر مؤرخہ، ص ۱۰۰ فرماتے ہیں:

''حضرت خدیجہؓ اپنی بھی قوم میں اشراف تھیں اور مال دار، ان سے نکاح ہوا۔ سب مال انھوں نے حاضر کیا۔''

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، قرآن مجید، مترجم ومحشی، دار التصنیف، کراچی ۱۹۷۵ء، ص ۷۷۹، حاشیہ نمبر ا: وہ اس طرح کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مضارب ہو گئے۔ اس میں نفع ہوا، پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا، یہ تو ظاہری غنا

تھا، باقی آپ ﷺ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے۔"......

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۸۳ء، جلد ششم، ص ۴-۳۷۳، حاشیہ نمبر ۸ میں فرماتے ہیں۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے والد ماجد نے میراث میں صرف ایک لونڈی چھوڑی تھی اس طرح آپ ﷺ کی زندگی کی ابتدا افلاس کی حالت میں ہوئی پھر ایک وقت آیا کہ قریش کی سب سے زیادہ مال دار خاتون حضرت خدیجہ نے پہلے تجارت میں آپ ﷺ کو اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس کے بعد انھوں نے آپ ﷺ سے شادی کر لی اور ان کے تمام تجارتی کاروبار کو آپ ﷺ نے سنبھال لیا۔ اس طرح آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ مالدار ہو گئے بلکہ آپ ﷺ کی مالداری اس نوعیت کی نہ تھی کہ محض بیوی کے مال پر آپ ﷺ کا انحصار ہو۔ ان کی تجارت کو فروغ دینے میں آپ ﷺ کی محنت و قابلیت کا بڑا حصہ تھا۔" اور سیرت سرور عالم، دوم، ص ۱۱۷ پر لکھا ہے کہ "حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد حضور ﷺ کی مفلسی کا دور ختم ہو گیا۔"

مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ص ۱۹۸۵ء، جلد نہم، ص ۹-۴۱۷:
"اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ خدیجہؓ سے کچھ فائدہ پہنچا تو یہ حضرت خدیجہؓ اور ان کے مال کی ایسی خوش بختی ہے جو اس زمین پر کسی مال اور کسی صاحب مال کو مشکل ہی سے حاصل ہوئی ہو گی لیکن وہ غنا جس کا یہاں ذکر ہے مجرد مال سے...... نہیں حاصل ہوتا بلکہ یہ اصلاً اس ہدایت کا ثمرہ ہے جس کا ذکر اوپر والی آیت میں ہے اور جس کی صحیح تعبیر وہ "شرح صدر" ہے جس کی تفصیل بعد کی سورۂ الم نشرح میں آئے گی۔ جن لوگوں نے اس غنا کو تمام تر حضرت خدیجہؓ کے مال کا نتیجہ قرار دیا ہے ان کی نظر صرف ظاہر پر ٹک گئی ہے...... بلکہ اصلاً اس سے دین کی وہ حکمت اور شریعت کی وہ دولت مراد

ہے جس کی شان قرآن میں یہ بیان ہوئی ہے''ومن یؤت الحکمۃ فقد أوتی خیراً کثیراً......''

علامہ عبداللہ یوسف علی، The Holy Quran، امانہ کارپوریشن، برنٹ وڈ، میری لینڈ ۱۹۸۹ء، ص ۱۶۶۳، حاشیہ نمبر ۶۱۸۲ کے خیال کا اردو ترجمہ یہ ہے''ہمارے مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی یتیم تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل نوجوانی میں انتقال کر گئے تھے اور کوئی جائیداد نہیں چھوڑ گئے تھے (Leaving no Property)......'' حاشیہ نمبر ۶۱۸۴ میں فرماتے ہیں: ''مقدس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کوئی جائیداد وراثت میں نہ پائی اور غریب تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی سچی، خالص اور وفادارانہ محبت نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضروریات سے مستغنی کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد کی زندگی میں تمام دنیاوی ضروریات سے آزاد کر دیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پورا وقت خدمت الٰہی میں بسر کرسکیں۔''

ان تمام تفسیری آراء اور ان جیسی دوسری خیال آرائیوں کا ہم تجزیہ کرتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ شاہ عبدالقادرؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مادی غنا کے لیے حضرت خدیجہؓ کے مال کی حاضری کو اصل سبب قرار دیا ہے۔ مولانا مودودی نے دولتِ خدیجہؓ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت وقابلیت کو بھی شامل کرلیا ہے، مولانا اصلاحی نے بہرحال مادی غناء نبوی کو دولت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا شاخسانہ ہی قرار دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انھوں نے آیت کریمہ میں مراد غنا سے مادی غنا یا مجرد مال نہیں سمجھا بلکہ ''شرح صدر'' اور ''غنائے حکمت دین وشریعت'' قرار دیا ہے جس طرح مولانا عثمانیؒ نے اس آیت کریمہ میں ظاہری غنا کے ساتھ ساتھ قلبی اور باطنی غنا بھی مراد لیا ہے۔ یہ چند مثالیں بطور نمونہ دی ہیں۔

62 ابن کثیر، تفسیر القرآن الکریم، مطبعہ عیسی البابی الحلبی، قاہرہ غیر مؤرخہ، جلد چہارم، ص ۵۲۳، شاہ ولی اللہ دہلوی، ترجمہ قرآن کریم فارسی، تاج کمپنی، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص ۷۲۳، بقیہ مفسرین و

مترجمین کے لیے مذکورہ بالا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

63 عائل کے عربی مفہوم کے لیے ملاحظہ ہو: ابن منظور، لسان العرب، مادہ: "ع ی ل" اور دوسری لغات اور تفسیری کتب۔

قرآن مجید میں مادی غنا کے مقابل مادی فقر کے لیے لفظ ''فقر'' کے استعمال کے لیے ملاحظہ ہو: قرآن، سورۃ بقرہ، آیت: ۲۶۸، سورۃ آل عمران، آیت: ۱۸۱، سورۃ حج، آیت: ۲۸، سورۃ قصص، آیت: ۲۴، سورۃ نساء، آیت: ۸ اور ۱۳۵۔ اسی طرح قرآن مجید نے صدقات وزکوٰۃ کے لیے فقراء اور دوسرے سیاق میں سات جگہ استعمال کیا ہے۔ سورۃ بقرہ، آیت: ۲۷۱ اور ۲۷۳، توبہ، آیت: ۶۰، نور، آیت: ۳۲، فاطر، آیت: ۱۵، محمد، آیت: ۳۸/اور حشر، آیت: ۸، جب کہ ع ی ل کے مادہ کا دو جگہ ذکر آیا ہے اور دوسری جگہ سورۃ التوبہ کی آیت ۲۸ ہے: وان خفتم عيلةً فسوف يغنيكم الله من فضله ان شاء۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس کا ترجمہ درویشی سے کیا ہے جب کہ ان کے فرزند موصوف نے ''فقر'' سے۔ مولانا محمود حسنؒ نے بھی یہی مراد لیا ہے جب کہ مولانا مودودی نے تنگ دستی ترجمہ کیا ہے اور مولانا اصلاحی نے ترجمہ تو ''معاشی بدحالی'' کیا ہے مگر الفاظ کی تشریح میں عیلۃ کے معنی فقر و مفلسی کے بتائے ہیں۔ ابن کثیرؒ نے ابن اسحاقؒ کی تشریح کی سند پر مشرکین کے داخلہ مسجد حرام کی ممانعت کی صورت میں بازاروں کے بند ہونے کے سبب کساد بازاری اور اس کے نتیجے میں سہولیات وضروریات (مرافق) سے محرومی مراد لی ہے۔ مولانا اصلاحی نے اس مقام پر مفہوم کساد بازاری ہی کا لیا ہے اگرچہ معنی فقر و مفلسی کے قرار دیے ہیں۔

64 ابن ہشام، اول، ص ۲۰۲-۲۰۳، نیز محققین کا حاشیہ نمبر ۱ جو سہیلی کی ''الروض الأنف'' کے حوالہ سے بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج اور وقوفِ عرفہ کا ثواب فوت نہیں ہوتا تھا۔ نیز ملاحظہ

ہو: ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، اول، ص ۲۵۴ جنھوں نے ابن اسحاقؒ کے علاوہ امام احمدؒ بن حنبل اور امام بیہقیؒ کی روایات کے علاوہ اپنی رائے بھی بیان کی ہے۔ ملاحظہ ہو: ابن اسحاق (اردو)، ص ۹۷۔ ۹۴؛ ابن ہشام، اول، ص ۴۔ ۲۰۲۔

عرب حمس نام تھا جو قریش نے نسلی نخوت کے اظہار کے لیے اختیار کر لیا تھا اور وہ اصلاً دین وصلابت میں شدت کا نام تھا۔ اس لیے وہ حج کے مناسک میں سے بعض اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتے تھے اور انہوں نے دوسری خرافات بھی ایجاد کر لی تھیں۔ ابن ہشام کے مذکورہ بالا حوالہ کے ساتھ ملاحظہ ہو: ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، اول، ص ۵۔ ۲۸۴۔

65 ابن ہشام، اوّل، ص ۲۳۶۔ یہی روایت و تفصیل ابن اسحاق، ابن کثیر کے ہاں بھی پائی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو ابن اسحاق (اردو)، ص ۱۲۱ کا بیان ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت میں یہ بھی شامل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قریش کے جو مساکین آتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو کھانا کھلاتے تھے۔''

66 بخاری، الجامع الصحیح، باب کیف کان بدء الوحی، ابن اسحاق (اردو)، ص ۱۲۳۔

67 ابن ہشام، اول، ص ۱۹۰، دوم، ص ۶۴۳؛ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، اول، ص ۲۶۳ مہر خدیجہؓ کے لیے اور کفالتِ حضرت علیؓ کے لیے ملاحظہ ہو: ابن ہشام، اول، ص ۲۴۶ اور دوسرے متعدد قدیم وجدید مآخذ۔

68 ابن ہشام، دوم، ص ۶۴۴، میں چار سو درہم ہے جب کہ مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق اور ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب صداق النساء میں ساڑھے بارہ اوقیہ، جس کی قیمت بقول حضرت عائشہؓ پانچ سو درہم ہوتی ہے بیان ہوا ہے۔ ابن ماجہ نے ایک اور روایت یہ بیان کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا مہر ''متاعِ بیت'' تھا جس کی مالیت پچاس درہم تھی۔ مگر یہ روایت اس کے ایک راوی عطیہ عوفی کے سبب ضعیف قرار دی گئی ہے۔

تعلیقات و حواشی

تعلیقات و حواشی

69 ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، اول، ص ۶۱ ـ ۱۵۷

70 اس کے لیے ابن سعد، جلد ہشتم کی وہ فصول ملاحظہ ہوں جو بنات مطہرات کے لیے مخصوص ہیں۔ نیز دوسری قدیم کتابوں میں ان کی تزویج وغیرہ سے متعلق تفصیلات بھی۔ جیسے مصنف عبدالرزاق ۵ میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی پر آپ نے دعوتِ نکاح کا خاص اہتمام کیا تھا۔

71 ابن ہشام، اول، ص ۲۹۰

72 ابن ہشام، اول، ص ۳ ـ ۴۸۲

73 ابن ہشام، اول، ص ۶ ـ ۴۱۵

74 آپ ﷺ کے لباس کے لیے ملاحظہ ہو، ابن سعد، اول، ص ۶۱ ـ ۴۴۹ وغیرہ؛ مفصل بحث کے لیے عہد نبوی کا تمدن، بحث بر لباس نبوی۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن، دہلی؛ کتاب سرائے، لاہور۔

75 ابن ہشام، اول، ص ۸ ۲۴۸؛ ابن سعد، اول، ص ۴۹۷؛ حضرت ام ایمنؓ پر خاکسار کا مذکورہ بالا مقالہ (کتب خانہ سیرت، کراچی)

76 ابن سعد، اول، ص ۸ ـ ۴۹۷؛ بلاذری، اول، ص ۴۷۷ پر ذکر کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ سے ایک باندی سلمیٰ نامی وراثت میں پائی تھی جس کی شادی بعد میں ابورافعؓ سے کردی اور دونوں کو آزاد کردیا تھا۔ غلامانِ نبوی کے لیے ملاحظہ ہو: بلاذری، اول، ص ۸۳ ـ ۴۷۷؛ ابن سعد، اول، ص ۹ ـ ۴۹۷۔

77 ابن ہشام، اول، ص ۴۸۷؛ ابن سعد، اول، ص ۴۹۲ کا واضح بیان ہے کہ آپ ﷺ نے چار سو درہم میں وہ حضرت ابوبکرؓ سے خرید لی تھی۔

78 ابن اسحاق (اردو)، ص ۵۱ ـ ۱۴۹ نیز ملاحظہ ہو: ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، اول، ص ۶۰ ـ ۴۵۵ جنھوں نے اس پر مکمل فصل باندھی ہے اور متعدد روایات حدیث وسیرت کے مآخذ سے نقل کی

ہیں۔ آپ ﷺ کے مال والی حدیث کے الفاظ صحیح مسلم سے یوں نقل کیے ہیں...... ''لا املک لکم من اللہ شیئا، سلونی من مالی ماشئتم'' دعوتوں والی روایات ابوبکر بیہقی کی کتاب الدلائل سے نقل کی ہیں۔ دوسری روایات نقل کی ہیں جن میں وہ روایت بھی ہے جو مولانا شبلی، اول، ص ۲۱۰ نے نقل کی ہے اور ابن کثیر نے نقد کرتے ہوئے اسے وضاع حدیث عبدالغفار بن قاسم ابومریم کا کارنامہ بتایا ہے اور جس پر خود جامع سیرت النبی سید سلیمان ندوی نے بھی نقد کیا ہے ملاحظہ ہو ان کا حاشیہ نمبر ۱۔ روایت کا اصل حصہ صحیح ہے۔ اس کا آخری حصہ شیعی وضاع حدیث کا الحاق ہے جس میں صرف حضرت علیؓ کو آپ ﷺ کا ساتھ دینے کا شرف دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو سید مودودی، سیرت سرور عالم، دوم، ص ۴۹۵۔

79 ابن کثیر ''السیرۃ النبویۃ'' اول، ص ۴۳۴ نے حضرت ابوالدرداءؓ کی سند سے بخاری کی روایت نقل کی ہے ''بلاشبہ اللہ نے مجھے مبعوث کیا تو تم نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو اور ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ ﷺ سچ کہتے ہیں۔ اور انھوں نے اپنی جان و مال سے میری مواسات کی......'' یہ آپ ﷺ نے دوبار فرمایا۔

80 ابن ہشام، اول، ص ۴۸۴؛ ابن سعد، سوم، طبع بیروت، ۱۹۵۷ء، ص ۱۷۲؛ ابن کثیر، دوم، ص ۵۔ ۲۳۳؛ سید مودودی سیرت، دوم، ص ۲۲۷ نے بخاری، باب الہجرۃ اور طبرانی وغیرہ کے حوالے سے مفصل روایات نقل کی ہیں۔ ابن ہشام کی روایات میں روزانہ ایک بار صبح یا شام تشریف لے جانے کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ دوسری روایات میں دونوں وقت جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

81 ابن ہشام، اول ص ۸۔ ۴۸۵؛ ابن سعد، سوم، ص ۳۔ ۱۷۲؛ ابن کثیر، دوم، ص ۴۰۔ ۲۳۳؛ شبلی نعمانی، اول، ص ۳۔ ۲۷۰؛ سید مودودی، سیرت، دوم، ص ۳۲۔ ۲۲۷

تعلیقات و حواشی

حضرت ابوبکرؓ کے خاندان میں حضرت اسماءؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہؓ بن ابی بکر، ان کے مولیٰ حضرت عامرؓ بن فہیرہ کی خدمات اور دلیلِ راہ عبداللہ بن اریقط کا ذکر آتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عام انتظامات کے علاوہ اونٹنی فراہم کی، زادِراہ حضرت اسماءؓ وحضرت عائشہؓ نے فراہم کیا۔ غارِ ثور میں حضرت عبداللہؓ اور حضرت عامرؓ کھانا پہنچاتے اور خبریں لاتے تھے۔

82 ابن سعد، سوم، ص ۲۱۵ اور بخاری، صحیح باب مناقب المهاجرین، باب هجرة النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه الی المدینه۔ شبلی، اول، ص ۲۷۴ نے صرف حضرت زبیرؓ کا یہاں ذکر کیا ہے۔

83 حضرات ابوذر غفاریؓ، حمزہؓ، عمرؓ بن خطاب اور کئی دوسرے حضرات کے قبولِ اسلام کے بارے میں دارارقم کے قیام کا ذکر آتا ہے، ابن ہشام، اول، ص ۵-۳۴۴؛ ابن سعد، سوم، حضرت عمرؓ کا اسلام؛ ابن کثیر، السیرة النبویة، اول، ص ۲-۴۴ وغیرہ، نیز ملاحظہ ہو: شبلی نعمانی، اول، ص ۲۲۵؛ سید مودودی، سیرت، دوم، ص ۵-۱۵۴۔

84 ابن ہشام، اول، ص ۴۲۱، نیز شبلی نعمانی، اول، ص ۵-۲۴۴؛ سید مودودی، سیرت، دوم، ص ۵-۶۴۔

85 ابن ہشام، اول، ص ۴۲۱، نیز سید مودودی، سیرت، دوم، ص ۶-۶۳۵؛ شبلی، اول، ص ۲۵۱۔

86 اس ضمن میں حسبِ ذیل آیاتِ قرانی ملاحظہ ہوں: غنا کے لیے: سورۃ توبہ: ۲۸، ۷۴، ۹۳، سورۃ بنی اسرائیل: ۲۹، سورۃ فرقان: ۶۷، سورۃ نور: ۳۲، سورۃ الضحیٰ: ۸ وغیرہ۔ فقر کے لیے: سورۃ بقرہ: ۲۶۸ اور سورۃ توبہ: ۶۰۔ مال کے لیے: سورۃ بقرہ: ۱۷۷، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۷۴، سورۃ نساء: ۳۴، ۹۵، سورۃ انفال: ۷۲، سورۃ توبہ: ۲۰، ۸۸، ۱۱۱، سورۃ اسراء: ۶، سورۃ نور: ۳۳، سورۃ کہف: ۳۹، سورۃ احزاب: ۲۷، سورۃ نوح: ۱۲، سورۃ حجرات: ۱۵ اور سورۃ لیل: ۱۸ وغیرہ۔

تعلیقات و حواشی

احادیث نبوی کے لیے بخاری شریف کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات الخ اور اس کی شارحین کی تشریحات ملاحظہ ہوں۔

87 فقر وغنا پر صوفیہ کرام اور بعض دوسرے مکاتب فکر کی آراء ملاحظہ ہوں۔

88 مثلاً مولانا شبلی نعمانیؒ، سیرت النبی، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، اول، ص ۳۔۲۸۲؛ سید سلیمان ندویؒ، سیرت النبی، اعظم گڑھ، ۱۹۸۴ء، دوم، ص ۷۔۴۳۴ پر ازواجِ مطہرات اور اہل وعیال کی سادہ زندگی کے ذیلی عنوان سے جو مختصر بحث کی ہے اس کا سارا زور فقر و زہد اور متقیانہ زندگی پر ہے۔

89 حضرت عثمان غنیؓ اور دوسرے مال دار صحابہ کرامؓ پر نقد وطعن ان کی دولت کے سبب کیا گیا۔ اسی طرح مال دار خلفا بھی مورد عتاب بنائے گئے۔

90 حضرت ابوذر غفاریؓ مال ودولت کے حصول اور ملکیت کے مخالف اور فوری تقسیم ومالی مساوات کے قائل تھے۔ متعدد مؤلفین نے ان کے نقطہ نظر کی تعریف کی ہے۔

91 ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، مرتبہ مصطفی السقا، ابراہیم الابیاری، عبدالحفیظ شبلی، مصطفی البابی الحلبی قاہرہ ۱۹۵۵ء، اول، ص ۴۹۳؛ بخاری، الجامع الصحیح، طبع مصطفی البابی الحلبی، جلد پنجم، ص ۷۔۸۶۔

92 ابن ہشام، اول، ص ۶۔۴۹۵۔

93 ابن ہشام، اول، ص ۹۔۴۹۸؛ بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ محمد حمید اللہ، دار المعارف مصر قاہرہ، ۱۹۵۹ء، اول، ص ۷۔۲۶۶؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الاشربہ، باب اباحۃ اکل الثوم الخ۔

94 انساب الاشراف، اول، ص ۲۶۷۔ تفصیل کے لیے عہد نبوی کا تمدن۔

95 ابن ہشام، اول، ص ۸۔۴۹۶؛ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب علامات النبوۃ، باب ہجرۃ النبی ﷺ۔ کتاب مواقیت الصلاۃ، باب اذا کان بین الامام ۔۔۔ الخ؛ شبلی نعمانی،

تعلیقات و حواشی

اول،ص ۸۳-۲۸۰۔

96 انساب الاشراف،اول،ص ۲۷۰۔

97 ابن سعد بحوالہ سیرت النبی،ص ۲۸۰؛انساب الاشراف،اول،ص ۵۱۱۔

98 شبلی نعمانی،اول،ص ۲-۲۸۱۔

99 انساب الاشراف، ص ۲۶۷؛ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۶ء، سوم، ص ۶۱۴۔

100 بخاری، کتاب الھبہ، باب قبول الھدیۃ؛ ابن ہشام، دوم، ص ۶۴۴؛ شبلی نعمانی، دوم، ص ۹-۴۰۴۔

101 المؤطا،جلد سوم،ص ۱۸۵،نیز کتاب الصیام،قضاء التطوع۔

102 سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب سور الھرۃ۔

103 بخاری، کتاب الھبہ، باب قبول الھدیۃ؛ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب قبول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الھدیۃ وردہ الصدقۃ، باب اباحۃ الھدیۃ الخ؛ مؤطا، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الخیار۔ حضرت بریرہؓ پر صدقہ کے لیے بخاری کے کئی دوسرے ابواب وکتب ملاحظہ ہوں۔

104 ایضاً۔

105 المؤطا، کتاب الجامع، باب ماجاء فی اکل الضب۔

106 بخاری، کتاب الھبہ، باب قبول الھدیہ، کتاب الاطعمۃ، باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یاکل الخ، ترمذی، ابواب الاطعمہ، باب فی اکل الضب۔

107 بخاری، کتاب النکاح، باب الھدیۃ للعروس۔

108 مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اباحۃ الھدیۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

109 حضرت بریرہؓ پر صدقہ سے متعلق احادیث مذکورہ بالا حاشیہ نمبر ۱۸ ملاحظہ فرمائیں۔

110 مسلم، کتاب الفضائل۔

111 انساب الاشراف اول، ص ۲۶۷۔

112 بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا؛ مسلم، کتاب الزھد والرقائق؛ ترمذی، ابواب صفۃ القیامہ؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب معیشۃ آلِ محمد۔

113 سنن ترمذی، ابواب المناقب، مناقب ابی ہریرہؓ۔

114 ابن سعد، سوم، ص ۶۱۴، انساب الاشراف، اول، ص ۲۶۷۔

115 ابوداؤد، سنن، کتاب الزکوٰۃ، باب مالا یجوز من الثمرۃ فی الصدقۃ۔

116 مسلم، کتاب الاشربہ، باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوھا عن یمین المبتدی۔

117 مسلم، کتاب الاشربہ، باب فی شرب النبیذ۔

118 انساب الاشراف، اول، ص ۵۳۵۔ بلاذری نے ان کنوؤں پر ایک الگ فصل قائم کی ہے جن کا پانی آپ ﷺ کو پسند تھا اور عموماً پیا کرتے تھے۔ اس فصل میں کافی اہم تفصیلات موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو، ص ۵۳۸۔۵۳۵۔

119 بخاری، کتاب الطلاق، باب یا ایھا النبی لم تحرم الخ؛ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ ولم ینو الطلاق؛ ابوداؤد، کتاب الاشربۃ، باب فی شراب العسل۔

120 بخاری، کتاب الاشربہ، باب شرب اللبن۔

121 بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا، وغیرہ۔ ملاحظہ ہوں حوالے حاشیہ نمبر ۱۸ کے۔ شبلی نعمانی، دوم،

مذکورہ بالا۔

122 انساب الاشراف، اول، ص ۲۴۶۔

123 بخاری، کتاب الصلاۃ، باب من دعا لطعام فی المسجد ومن اجاب فیہ۔

124 بخاری، کتاب الصلاۃ، باب المساجد فی البیوت۔ باب صلاۃ النوافل جماعۃ۔ دوسرے کتب و ابواب؛ ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المساجد فی الدور، نیز مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب الرخصۃ فی التخلف عن الجماعۃ بعذر۔

125 بخاری، کتاب الاطعمۃ باب قطع اللحم بالسکین اور دوسرے کتب وابواب؛ المؤطا، کتاب الجامع، جامع ماجاء فی الطعام والشراب؛ مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب جواز الجماعۃ فی النافلۃ؛ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب اذا کانوا ثلاثۃ کیف یقومون، نیز بخاری، کتاب بدء الخلق، باب علامات النبوۃ، مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استبتاعہ الخ وباب اکرام الضیف الخ؛ ترمذی، ابواب المناقب، باب فی آیات نبوۃ النبی۔

126 بخاری، کتاب البیوع، باب ما قیل فی اللحام والجزار اور دوسرے کتب وابواب۔

127 ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی اجتناب الشبہات۔

128 ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی طعام المتباریین۔

129 بخاری، باب غزوۃ الخندق۔

130 بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب من یتبع حوالی القصعۃ......، باب الثرید وغیرہ دوسرے ابواب۔

131 مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب استحباب التبکیر بالعصر۔

132 ابوداؤد، کتاب الطہارہ، باب فی ترک الوضوء مما مست النار۔

تعلیقات و حواشی

133 ترمذی، کتاب الاطعمہ۔ ابواب الطب، باب فی الحمیۃ۔ نیز ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الحمیۃ۔

134 بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ وفضلہا، باب اذا دعی الامام الی الصلاۃ اور دوسرے ابواب؛ مؤطا، ۱/۴۸؛ مسلم، کتاب الحیض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، متعدد احادیث/روایات مروی ہیں۔

135 بخاری، کتاب الوضوء، باب ہل یمضمض عن اللبن؛ ابوداؤد، کتاب الطہارہ، باب فی الوضوء من اللبن۔ باب الرخصۃ فی ذلک۔

136 حوالہ اوپر گزر چکا ہے۔

137 بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ بنی اسرائیل اور دوسرے کتب وابواب۔

138 مؤطا، کتاب الجہاد، الترغیب فی الجہاد۔

139 ترمذی ابواب الصوم، باب فی فضل الصائم اذا اکل عندہ۔

140 ترمذی، ابواب الطہارہ، باب فی ترک الوضوء مما غیرت النار۔

141 مسلم، کتاب الاشربہ، باب استحباب وضع النویٰ خارج التمر الخ۔ ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ باب التمر بالزبد۔

142 ابوداؤد، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان۔

143 ترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب فی الخل۔

144 بخاری، کتاب الاطعمہ، باب الرطب والتمر۔

145 مؤطا، کتاب الجامع، جامع ماجاء فی الطعام والشراب؛ مسلم، کتاب الاشربہ، باب جواز استتباعہ وغیرہ الخ؛ ترمذی، ابواب الزہد، باب فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

146 ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی ترک الوضوء مما مست النار۔

تعلیقات و حواشی

147 بخاری، کتاب الاشربہ، باب الانتباذ فی الاوعیة ، دوسرے کتب وابواب بالخصوص کتاب النکاح، باب النقیع والشرب الذی لا یسکر فی العرس ، وباب قیام المرأۃ علی الرجال فی العرس۔

148 مسلم، کتاب الاشربۃ، باب ما یفعل الضیف اذا تبعہ غیر۔ الخ۔

149 ترمذی، ابواب الزہد، باب فی معیشت اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

150 بخاری، کتاب الجہاد، باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ، بخاری، کتاب بدء الخلق، باب علامات النبوۃ۔

151 بخاری، کتاب الجہاد، باب غزوۃ الخندق۔

152 بخاری، کتاب الجہاد، باب الطعام عند القدوم۔

153 ایضاً، باب حمل الزاد علی الرقاب، ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ۔

154 بخاری، کتاب الہبۃ، باب قبول الہدیۃ من المشرکین اور دوسرے کتب وابواب، مسلم، کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ۔

155 بخاری، کتاب الاطعمہ، باب الکباث وھو ثمر الاراک؛ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فضیلۃ الاسود من الکباث۔

156 بخاری، کتاب الجہاد، باب غزوۃ خیبر، باب حمل الزاد فی الغزو، موطا، ۱/۴۸، مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل......الخ۔

157 بخاری، کتاب الہبۃ وفضلھا، باب قبول ہدیۃ الصید الخ..... مسلم، کتاب الحج، باب تحریم الصید للمحرم؛ ابوداؤد، کتاب المناسک، باب لحم الصید للمحرم؛ ترمذی، ابواب الحج، باب فی اکل الصید للمحرم اور دوسرے ابواب وغیرہ۔

158 ترمذی، ابواب الحج، باب فی ماجاء کم حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

159 واقدی، کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس، آکسفورڈ پریس، ۱۹۶۶ء، ص۵۴۷، ص۶۷۷-۶۷۵

160 ملاحظہ ہو، خیبر وغیرہ غزوات کا بیان مذکورہ بالا۔

161 مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب النساء الغازیات ......الخ۔

162 بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ خیبر، الحدیبیۃ۔

163 بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ کے کتب حج ومناسک وکتاب الذبائح کے مختلف ابواب ملاحظہ ہوں۔

164 ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی طعام الفجاءۃ۔

165 واقدی، ص۵۷۷۔

166 واقدی، ۹۹۱۔

167 موطا، کتاب الحج، صیام یوم عرفۃ، واقدی، ص۱۱۰۴۔

168 ابوداؤد، کتاب الادب، باب کیف الاستیذان؛ ترمذی، ابواب الاستیذان والآداب، باب التسلیم قبل الاستیذان۔

169 انساب الاشراف، اول، ص۲۴۶؛ بخاری، کتاب الجہاد، باب الجزیۃ، باب الشاۃ التی سمیت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ؛ ابوداؤد، کتاب الدیات، باب فیمن سقی رجلا سما او اطعمہ فمات ایقاد منہ؟؛ مسلم، کتاب السلام، الطب والمرض والرقی۔

170 واقدی، ص۱۰۰۶۔

171 بخاری، کتاب فرض الخمس، باب مایصیب من الطعام فی ارض الحرب؛ ترمذی باب فی حب النبی الحلواء والعسل۔

تعلیقات و حواشی

تعلیقات و حواشی

172 بخاری، ایضاً، مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب جواز الاکل من طعام الغنیمۃ فی دار الحرب۔

173 ایضاً۔

174 ابوداؤد، کتاب المناسک، باب فی نبیذ السقایۃ۔

175 بخاری، کتاب الاطعمۃ، وقول اللہ تعالیٰ: کلوا من طیبات ما رزقنا کم؛ باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین؛ ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب بالیمین؛ ترمذی، ابواب الاطعمۃ؛ باب فی التسمیۃ علی الطعام۔

176 مذکورہ بالا

177 بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، کتاب النکاح، باب خروج النساء لحوائجھن۔

178 بخاری، کتاب بدء الخلق، باب قول اللہ تعالیٰ: وضرب اللہ مثلا الخ؛ کتاب الاطعمۃ، باب الثرید؛ مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل خدیجہ، باب فضل عائشہ؛ ترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب فی فضل الثرید۔

179 بخاری، کتاب الاطعمہ، باب الرطب بالقثاء، ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی الجمع بین لونین فی الاکل۔

180 مذکورہ بالا

181 ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، باب فی مؤاکلۃ الحائض ومجامعتھا۔

182 مسلم، کتاب الاشربہ، باب فضیلۃ الخل والتأدم بہ، متعدد احادیث؛ ترمذی، ابواب الاطعمۃ، باب فی الخل؛ ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی الخل۔

183 بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ۔

184 حاشیہ نمبر ۹۶۔

تعلیقات و حواشی

185 ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب القدید، باب الائتدام بالخل۔

186 بخاری، کتاب الوضوء، باب من مضمض من السویق ولم یتوضا؛ ترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا اکل طعاما۔

187 مسلم، کتاب الایمان، باب نسخ الوضوء مما مست النار؛ کتاب الحیض، باب جواز اکل المحدث الطعام۔

188 ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیہ عند الطعام۔

189 ایضاً۔

190 ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی الصوم فی الرخصۃ فی الافطار الخ؛ ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب عرض الطعام۔

191 ابن ماجہ، کتاب الاشربہ، باب صفۃ النبیذ وشربہ؛ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب النھی عن الاشاذ الخ؛ ترمذی، باب فی الرخصۃ أن ینتبذ فی الظروف؛ ابوداؤد، کتاب الاشربہ، باب فی الادعیۃ۔وغیرہ دوسرے ابواب۔

192 ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، باب الحواری۔

193 ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب الرجل یخطب علیٰ قوس۔

194 بخاری، کتاب النکاح ونسائی بحوالہ سیرت النبی دوم ص ۴۳۵۔

195 بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلھا؛ ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب فی حق الجوار میں ایک یہودی پڑوسی کو بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا گیا۔
بکری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں ذبح کی گئی تھی۔

196 بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق، باب بدء الوحی وغیرہ

تعلیقات و حواشی

197 بلاذری، انساب الاشراف، اول ص ۳-۲۷۲، بخاری، کتاب الادب، کتاب الاستیذان، باب اذا دُعی الرجل الخ، کتاب الاطعمۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: کلوا من طیبات ما رزقنا کم۔

198 مؤطا، ماجاء فی قراۃ قل ھو اللہ احد... لخ،

199 ترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی آیات نبوۃ النبی ﷺ؛ ابو داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام۔

200 ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل ینبطح علی بطنہ، ابن ماجہ، کتاب المساجد و الجماعات، باب النوم فی المسجد۔

201 مسلم کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ، ترمذی، ابواب الاستئذان، باب کیف السلام۔

202 ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ البقرۃ، ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی مؤاکلۃ الحائض و مجامعتہ۔

203 بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الرطب والتمر۔

204 حضرت بلالِ حبشیؓ کے افسر حاجات نبوی کے لیے ملاحظہ ہو: ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ گیوم، ص ۲۴۶، واقدی، ص ۱-۴۰۰، اسد الغابہ اول ص ۹-۲۰۶، سوانحی خاکہ حضرت بلالؓ۔

205 بخاری، کتاب الرہن، باب الرہن فی الحضر۔ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

206 مؤطا، کتاب الجامع باب ماجاء فی معی الکافر؛ مسلم، کتاب الشربۃ، باب المومن یاکل الخ۔

207 مسلم، کتاب الفضائل۔

208 ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الاستنثار۔

209 ایضا، باب الرجل یخطب علی قوس۔

210 ابن سعد، اول، باب بر وفود عرب۔

211 ابوداؤد، کتاب اللقطۃ۔

212 ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل۔

213 حضرت عبدالرحمن ؓ بن عوف نے جب ایک عورت سے مدینہ میں شادی کی اور خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تو ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری پر کیوں نہ ہو۔ ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب النکاح، باب الولیمۃ ولو بشاۃ۔ ازواج مطہرات ؓ سے اپنی شادیوں پر ولیمہ کے بارے میں بعض متناقض روایات ملتی ہیں، سب پر کرنے یا کچھ پر نہ کرنے کی۔ بخاری، ایضاً اور دوسرے بیانات ملاحظہ ہوں۔

214 حضرت زینب ؓ کی شادی اور ولیمہ سے متعلق احادیث وسیرت میں بہت سی روایات ملتی ہیں: بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، میں چار روایات ہیں۔ تین اور روایات کتاب الاستیذان، باب من قام من مجلسه او بیته، کتاب الاطعمہ، باب قول اللہ تعالیٰ: فاذا طعمتم فانتشروا، اور کتاب التوحید، باب و کان عرشه علی الماء میں ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی متعدد جگہ اس کا ذکر ہے: مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلۃ اعتاق الامۃ، باب زواج زینب بنتِ جحش میں کئی روایات ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو: ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ الحجرات؛ انساب الاشراف، اول ص ۴۳۴۔

215 بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من غزا بصبی للخدمۃ، کتاب النکاح، باب الیٰ من ینکح... وغیرہ؛ مسلم، کتاب النکاح، مختلف ابواب؛ ترمذی، ابواب النکاح، باب فی الولیمۃ، انساب الاشراف، اول ص ۴۴۳۔

216 انساب الاشراف، اول ص ۴۳۱۔

تعلیقات و حواشی

217 مؤطا، کتاب العقیقۃ، ماجاء فی العقیقۃ؛ انساب الاشراف، اول ص ۴۰۴۔

218 انساب الاشراف، اول ص ۴۴۹۔

219 مؤطا، کتاب الضحایا۔ مایستحب من الضحایا۔ الشرکۃ فی الضحایا، نیز بخاری، مسلم وغیرہ کی کتاب الضحایا/الذبائح ملاحظہ ہوں۔ ابو داؤد، الاضاحی، باب مایستحب من الضحایا، اور دوسرے ابواب۔

220 بخاری، کتاب الجہاد، باب الطعام عند القدوم؛ ابو داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب الاطعام عند القدوم من السفر۔

221 ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب صنعۃ الطعام لاهل المیت؛ ترمذی، ابواب الجنائز، باب فی الطاعم یصنع لاهل المیت۔

222 انساب الاشراف اول ص ۳۱۱۔

223 ازواج مطہرات پر مخصوص ابواب/تراجم ملاحظہ ہوں۔

224 انساب الاشراف اول ص ۴۲۷۔ شہد کے متعلق احادیث کی تمام کتابوں میں اس کا حوالہ آتا ہے اگرچہ ان کی جائیداد کا صاف ذکر نہیں۔

225 ابن ہشام اول، ص ۸۰۔۱۸۸؛ شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص ۸۔۱۸۵، دوم ص ۴۔۴۰۲ وغیرہ۔

226 ابن ہشام۔ دوم ۳۔۳۶۲ اور ۵۔۶۴۳۔

227 شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول ص ۲۔۴۷۱۔

228 نسائی، کتاب الاشربہ، باب ذکر الاشربۃ المباحۃ؛ انساب الاشراف، اول ص ۵۱۳۔

229 اس پوری بحث کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: انساب الاشراف، اول ص ۵۰۔۴۴۹، ص

۴-۵۱۲؛ واقدی ص ۷۰-۵۶۸؛ ابن ہشام دوم ص ۷-۲۸۱ مختلف مجموعہ ہائے احادیث میں آپ کی لقاح (اونٹنیوں) کا ذکر جا بجا آیا ہے۔ ملاحظہ ہوں: بخاری، کتاب الجہاد، باب من رأی العدو فنادیٰ باعلی موتہ یا صباحاہ، باب غزوۃ ذات القرد، کتاب الوضوء، باب ابوال الابل الخ۔

230 ملاحظہ ہو راقم کا مقالہ ''نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی اہمیت'' نقوش، لاہور، رسول نمبر یازدہم۔

231 صفی اور خمس پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو مذکورہ بالا مقالہ کے صفحات ص ۴۰۲ اور ص ۴۴۸ کے حاشیے ۳۱، ۳۲۔

232 ابن ہشام، دوم ص ۲۴۰؛ واقدی، ص ۱۶-۱۵؛ ابن سعد، دوم ص ۱۱؛ یعقوبی، تاریخ، دار صادر بیروت ۱۹۶۰ء، دوم ص ۷۰؛ طبری، تاریخ، دار المعارف مصر قاہرہ ۱۹۶۱ء، دوم ص ۴۱۱۔

233 ابن ہشام، دوم ص ۸-۳۰۴، ص ۶۷-۳۵۵ وغیرہ؛ واقدی، ص ۱۶-۱۱۵ وغیرہ؛ ابن سعد، دوم ص ۱۸-۱۷۔

234 واقدی ص ۹-۱۷۸؛ ابن سعد، دوم ص ۳۰-۲۹؛ انساب الاشراف، اول ص ۳۰۹؛ طبری، دوم ص ۴۸۱۔

235 ابن ہشام، دوم ص ۴۲۳؛ واقدی، ص ۲-۱۸۱؛ ابن سعد، دوم ص ۳۰؛ انساب الاشراف، اول ص ۳۱۰۔

236 واقدی، ص ۱۸۳؛ ابن سعد، ص ۳۱؛ انساب، اول ص ۳۱۰۔

237 واقدی، ص ۸-۱۹۷؛ ابن سعد دوم ص ۳۶؛ انساب، اول ص ۳۴۷؛ ابن ہشام، دوم ص ۴۲۹۔

238 واقدی، ص ۲-۲۳۱۔

239 واقدی ص ۵-۳۴۳؛ ابن سعد، دوم ص ۵۰؛ انساب الاشراف، اول ص ۵-۳۷۴۔

تعلیقات و حواشی

240 ابن ہشام دوم ص ۱۹۲ـ۳؛ واقدی، ص ۳۷۳ـ۸۰؛ ابن سعد، دوم ص ۵۸؛ انساب الاشراف اول ص ۳۳۹، نیز ملاحظہ ہو ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۳۶؛ یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، ص ۲۱؛ انساب اول ص ۹۔

241 واقدی، ص ۴۰۳ـ۴، ۴۱۱؛ ابن سعد، دوم، ص ۶۲ـ۴؛ انساب اول، ص ۳۴۱۔

242 واقدی، ص ۵۱۰ـ۲۴؛ ابن سعد، دوم، ص ۷۵؛ انساب، اول، ص ۳۴۷ وغیرہ۔

243 واقدی، ص ۴۶۷ـ۸، ۶۶۴ـ۸۰؛ ابن سعد، دوم، ص ۱۰۹ـ۱۲، مذکورہ بالا مقالہ راقم کے صفحات ص ۴۱۶ـ۲۰ اور ص ۴۶۳ـ۷ کے حاشیے۔

244 ابن ہشام ۳/؛ واقدی ص ۴۶۷ـ۸، ۶۶۴ـ۸۰ وغیرہ؛ نیز مذکورہ بالا مقالہ کے صفحات ۴۱۶ تا ۴۲۰ اور ۴۶۳ تا ۴۶۷ کے حاشیے۔

245 واقدی، ص ۱۰۷ـ۱۱ وغیرہ۔

246 مذکورہ بالا مقالہ راقم ۴۲۱ـ۲، ص ۴۶۷ـ۸۔

247 ملاحظہ ہو مذکورہ بالا مقالہ، ص ۴۲۱ـ۵ اور ان کے حواشی۔

248 جزیہ پر ملاحظہ ہو، بخاری، باب الجزیة والموادعة مع اہل الحرب؛ ترمذی، ابواب السیر، باب فی اخذ الجزیة من المجوس؛ ابوداؤد، کتاب الخراج والامارة والفی، باب فی اخذ الجزیة اور دوسرے متعلقہ ابواب۔

249 انساب، اول، ص ۹۵۔

250 طعمہ پر ملاحظہ ہو، واقدی: ص ۶۹۳، بحث کے لیے دیکھئے میری کتاب: "عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت"، ص ۳۷۶ـ۸۰۔

251 ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس الحریر والذہب للنساء۔ نیز بخاری، مسلم وغیرہ کے حوالے۔

252 بخاری، کتاب بدء الخلق، باب هجرة الحبشة۔

253 بخاری، کتاب الهبة، باب کیف یقبض العبد والمتاع؛ مسلم، کتاب الزکوٰة، باب اعطاء من سائل ......الخ، ابوداؤد؛ کتاب اللباس، باب فی لبس القباطی۔

254 انساب الاشراف، اول، ص ۵۲۱۔

255 ولیم میور (William Muir)، Life of Mohammad، ایڈنبرا، ۱۹۳۲ء، ص ۲۲۹ وغیرہ۔

256 بخاری، کتاب الجهاد، باب فرض الخمس اور متعدد محدثین کے کتب وابواب مختلفہ۔

257 ترمذی، ابواب اللباس، باب فی لبس الجبة۔

258 ترمذی، ابواب الاستیذان والآداب، باب فی الخف الاسود۔ دوسرے ہدایا کے لیے ملاحظہ ہو ابن ہشام وواقدی وغیرہ۔

259 مؤطا، کتاب الصلوٰة، النظر فی الصلوٰة الی مایشغلک عنها؛ بخاری، کتاب الصلوٰة، باب اذا صلی فی ثوب له اعلام الخ۔

260 بخاری، کتاب الصلوة، باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب البیوع، باب ذکر النساج، کتاب اللباس، باب البرود والعبدة الشملة۔

261 مثلاً ابن سعد، سوم ص ۲۱۵، بخاری، باب مناقب المهاجرین، باب هجرة النبیؐ واصحابه الخ۔

262 بخاری، الهبة، باب قبول الهدیة من المشرکین اور دوسرے محدثین کرام کے حوالے۔

263 ابوداؤد، کتاب اللباس، باب من کرهه۔

264 ابوداؤد، کتاب اللباس، باب اللبس للجمعة۔

265 بخاری، کتاب اللباس، باب لبس القسی۔

تعلیقات و حواشی

266 ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی السوداء۔

267 مؤطا، کتاب الصلوٰۃ، العمل فی الاستسقا، کتاب الجامع مختلف ابواب؛ بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب مایذکر فی الفخذ وغیرہ، کتاب الوضوء، باب الصبیان، کتاب الجہاد، باب الجبۃ فی السفر والحرب، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی الثوب الاحمر، وغیرہ مجموعہ ہائے احادیث اور ان کے کتب وابواب؛ نیز عہد نبوی کا تمدن

268 ابتدائی عہد میں لباس کی تنگی اور بعد میں فراخی کے لیے ملاحظہ ہو، بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل الخ۔

269 ملاحظہ ہو، بخاری، کتاب النفقات، باب کسوۃ المرأۃ بالمعروف، کتاب اللباس، باب الحریر للنساء، کتاب التفسیر، سورۃ النور، کتاب الحیض، باب، کتاب الصلوٰۃ، باب فی کم تصلی المرأۃ فی الثیاب، کتاب الحیض، باب من سمی النفاس حیضا، کتاب الادب، باب الہجرۃ وغیرہ متعدد دوسرے کتب وابواب۔ نیز مؤطا، کتاب الصلوٰۃ، الرخصۃ فی صلاۃ المرأۃ فی الدرع والخمار؛ عہد نبوی کا تمدن۔

270 جانوروں کے ہدایا کے لیے ملاحظہ ہو، ابن سعد چہارم، ص ۱۸ اور ص ۶۔۱۵؛ انساب الاشراف، اول، ص ۱۱۔۵۰۹۔

271 انساب الاشراف، اول، ص ۵۲۵۔

272 انساب، اول، ص ۵۱۔

273 واقدی، ص ۴۰۰؛ بخاری، کتاب الشروط، باب اذا اشترط البائع الخ......

274 انساب الاشراف، اول، ص ۵۰۹۔

275 ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''عہد نبی میں تنظیم ریاست وحکومت''، القاضی پبلشرز ڈسٹری بیوٹرز، دہلی،

۱۹۸۸ء، مبحث بر حصول فرس۔

276 مثلاً انساب، اول، ص ۱۹۶ اور ص ۵۲۱۔

277 انساب الاشراف، اول، ص ۸۳-۴۶۷۔ ملاحظہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا ذکر خیر اور ان کے ذرائع حصول کے لیے۔

278 دونوں ازواج مطہرات کے لیے مذکورہ بالا احادیث وسیرت کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

279 انساب، اول، کا مذکورہ بالا حوالہ۔

280 بخاری، ابواب سترہ المصلی، باب الصلوٰۃ الی السریر، کتاب الجہاد، باب غزوۃ اوطاس، کتاب بدء الخلق، باب مناقب ابی بکرؓ؛ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی، باب مایقال فی الرکوع والسجود؛ ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب کراہیۃ الصلوٰۃ فی لحف النساء؛ نسائی، کتاب الزینۃ، اللحف؛ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب الصلوٰۃ فی شعر النساء؛ عہد نبوی کا تمدن۔

281 بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین الخ؛ مسلم، کتاب اللعان، ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ النور؛ ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی الفرش؛ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ

282 مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب النہی عن قرأۃ القرآن فی الرکوع والسجود۔

283 بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب صلاۃ اللیل؛ ترمذی، ابواب الزہد، باب، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام۔

284 بخاری، کتاب الاستیذان، باب الاستیذان من اجل البصر؛ مسلم، کتاب الطب والمرض والرقی؛ ترمذی، ابواب الاستیذان، باب من اطلع فی دار قوم الخ۔

285 بخاری، کتاب بدء الاذان، باب مایحقن بالاذان ......الخ، کتاب الجہاد، باب حفر الخندق۔

تعلیقات و حواشی

تعلیقات و حواشی

286 بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء، کتاب الجہاد باب غزوۃ النساء۔ الخ۔

287 مسلم، کتاب العتق، باب تحریم توالی العتق غیر موالیہ۔

288 بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب نوم المرأۃ فی المسجد، باب الخیمۃ فی المسجد للمرضی وغیرھم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف النساء، کتاب الجزیۃ، باب مایحذر من العذر۔

289 بخاری، کتاب التیمم، باب، کتاب اللباس، باب استعارۃ القلائد، کتاب الجہاد، باب مایکرہ من التنازع، باب غزوۃ احد؛ مؤطا، کتاب الصلوٰۃ، التیمم، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے پہلے سونے کی پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔

290 مؤطا، کتاب الجامع، الدعاء للمدینۃ واہلہ۔

291 بخاری، باب فرض الخمس، باب الدلیل علی ان الخمس الخ؛ نسائی، کتاب النکاح، جہاد الرجل انبتہ، مسلم، کتاب الجمعہ باب حدیث التعلیم فی الخطبۃ، کتاب القسامۃ، باب صحۃ الاقرار بالقتل۔

292 شبلی نعمانی، اول، ص ۸۔۲۸۵۔

293 ایضاً، ص ۳۔۲۸۲، بحوالہ صحیح بخاری، باب فضل المنحۃ، اول، ص ۳۶۷۔

294 انساب الاشراف، اول، ص ۵۱۸، واقدی، ۸۰۔۳۷۷ وغیرہ۔

295 بخاری، کتاب المزارعۃ بحوالہ سیرت النبی، دوم، ص ۴۴۰۔

296 واقدی، ص ۶۹۰

مصنف اِک نظر میں

پروفیسر ڈاکٹر مولانا محمد یٰسین مظہر صدیقی (ولادت ۲۶ دسمبر ۱۹۴۴ء) نے قدیم اسلامی علوم اور جدید عصری علوم کی تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، لکھنؤ یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پائی۔ سیرت، کردار، ذہن وقلب اور فہم وادراک کا بنیادی مواد مدارس و جامعات نے فراہم کیا مگر اصل تعمیر و تشکیل کا کارنامہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انجام دیا۔ [illegible] اور دوسرے علمی اور انتظامی مناصب نے [illegible] ان کا اصل سرمایہ علم و تحقیق اور ان کا طالب علمانہ کردار رہا ہے [illegible] اپنے اصل مقام اور بنیادی حقیقت کو فراموش نہ کیا۔

قرآن و حدیث، فقہ، تاریخ اور سیرت کے موضوعات پر کتب و مقالات لکھے اور نئی جہات سے روشناس کیا۔ سیرت نبوی کی تحریر و نگارش ان کا سرمایہ سعادت ہے۔ علوم و فنون اسلامی پر ان کی اعلیٰ معیاری کتابوں کی تعداد [illegible] پچاس کے قریب ہے اور مقالات کی تعداد ساڑھے تین سو کے لگ بھگ۔ قرآن و سیرت کی خدمت کے لئے دو بار نقوش ایوارڈ سے سرفراز ہو چکے ہیں اور اسلامی تاریخ نویسی کی خدمات کے سلسلے میں پانچواں شاہ ولی اللہ ایوارڈ پا چکے ہیں، نیز پاکستان سے انہیں قومی سیرت ایوارڈ ۲۰۱۳ء سے بھی نوازا جا چکا ہے۔ ان انعامات نے بلاشبہ حوصلہ افزائی کی ہے مگر اصل پشت پناہی اہل علم و عرفان کی اعتراف شناسی اور تکریم ہے۔ اس نے جامعات و مدارس میں تقسیم اسناد، توسیعی خطبات اور صدارتوں سے بہرہ ور کیا ہے۔ اصل سعادت یہ ہے کہ سیرت نبوی اور قرآن و حدیث پر ان کی متعدد تالیفات و نگارشات بفضل الٰہی مکمل ہو چکی ہیں اور سلسلۂ فیضان رحمانی تا حال جاری ہے۔

کتب خانہ سیرت